Www.kashmirulyoum.com.pk

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان

راولپنڈی

کشمیرالیوم

ماھنامہ

(رجسٹرڈ)

جلد نمبر 20، شمارہ نمبر 7، فروری 2023ء رجب/شعبان ۱۴۴۴ھ

مدیرِ اعلیٰ : شیخ محمد امین

مدیر : فاروق احمد

نمائندگان

شمالی پنجاب : ارشد ایوب

آزاد جموں و کشمیر : غازی محمد اعظم

سرینگر : سید مزمل حسین سہروردی

جموں : وجے کمار رینا

لداخ : جعفر حسین علوی

لندن : انوار الحق

نیویارک : فائزہ نذیر

ڈیزائننگ : شیخ ابو حماد

کمپوزنگ / منیجر فائنانس / سرکولیشن : شبیر یوسف

معاون سرکولیشن : طارق احمد

انچارج شعبہ اشتہارات : راجہ محمد شفیق

ویب انچارج : ڈاکٹر بلال احمد

Regd. No. 885

Mails. B/NPR-234

مجلس مشاورت

متین فکری

عرفان صدیقی

حامد میر

سرور منیر راؤ

رُباب عائشہ

عاصم قدیر رانا

اس شمارے میں

اداریہ	5فروری۔۔۔یوم یکجہتی کشمیر	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	3
گرداب	5فروری کی کہی اوران کہی داستان	سید عارف بہار	4
انٹرویو	امیر جماعت اسلامی پاکستان	شیخ محمد امین	7
فکرونظر	عشق جنون اور دیوانگی	عادل وانی	10
سفرنامہ	روداد سفر منصورہ لاہور	حماد شاہین	11
شخصیات	شہید محمد افضل گوروؒ	بلال کشمیری	14
آئینہ	عالمی افق سے سرکتا کشمیر	محمد احسان مہر	16
تذکرہ شہداء	شہید مقبول بٹؒ	شہزاد منیر احمد	17
آگہی	کشمیر میں اسرائیل طرز کے بھارتی اقدامات	عمر فاروق	20
حرف حق	ڈاکٹر عافیہ صدیقی	عروج آزاد	22
شخصیات	حضرت ابوبکر صدیقؓ	ڈاکٹر ساجد خاکوانی	24
داستان غم	کمزور دل والے نہ پڑھیں	مقصود منتظر	27
گوشہء اسلام	دجال کون ہے؟	ڈاکٹر عبدالرؤف	28
فکرودانش	ہندوستان میں علیحدگی کی تحریکیں	راجہ ذاکر خان	29
کشمیر کے شب وروز	معرکے۔۔۔	ہمایوں قیصر	31

ماہنامہ کشمیرالیوم میں شائع ہر کالم، کالم نگار کی ذاتی آراء پر مبنی ہوتا ہے، جس سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں (چیف ایڈیٹر)

پبلشر : خواجہ محمد شہباز

مقامِ اشاعت : D-1005، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

مطبع : والضحیٰ پرنٹرز، قیصر پلازہ، صدر، راولپنڈی

قیمت 40 روپے، سالانہ زرتعاون 400 روپے

خط و کتابت اور رابطہ کیلئے : دفتر ماہنامہ "کشمیر الیوم" NA/300-A نیو ملپور ڈبل روڑ راولپنڈی Kashmirulyoum2014@gmail.com, 051-4934369

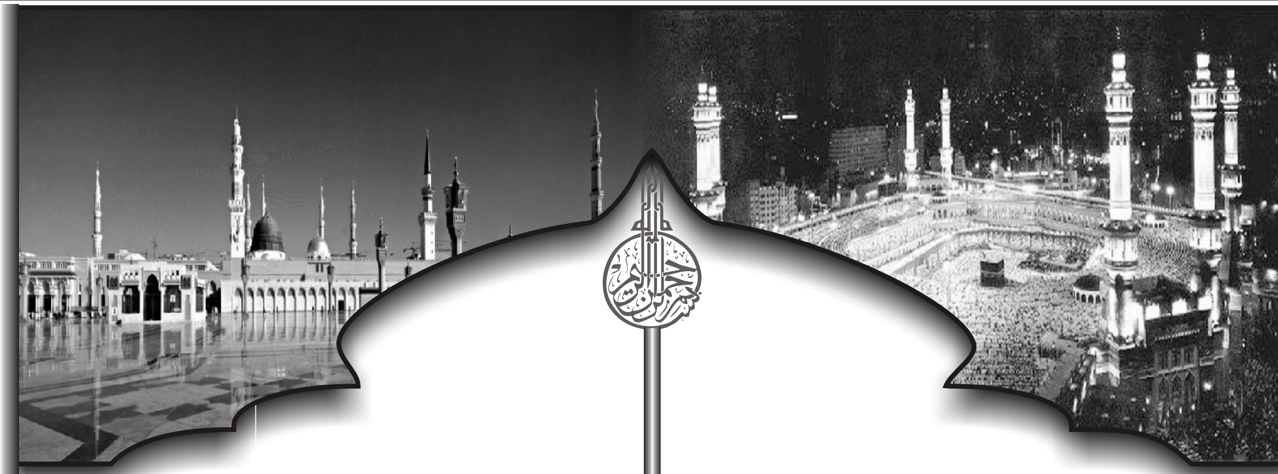

القرآن

یقیناً اللہ ہر چیز پر نگراں ہے!!!

انہوں نے جواب دیا ''اے ہود، تو ہمارے پاس کوئی صریح شہادت لے کر نہیں آیا ہے اور تیرے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے، اور تجھ پر ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اوپر ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے''۔ ہود نے کہا میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ اور تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے خدائی میں شریک ٹھہرا رکھا ہے اس سے میں بیزار ہوں۔ تم سب کے سب مل کر میرے خلاف اپنی کرنی میں کسر نہ اٹھا رکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو، میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا ربّ بھی ہے اور تمہارا ربّ بھی۔ کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بے شک میرا ربّ سیدھی راہ پر ہے۔ اگر تم منہ پھیرتے ہو تو پھیر لو۔ جو پیغام دے کر میں تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ میں تم کو پہنچا چکا ہوں۔ اب میرا ربّ تمہاری جگہ دوسری قوم کو اٹھائے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ یقیناً میرا ربّ ہر چیز پر نگراں ہے۔ پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے نجات دے دی اور ایک سخت عذاب سے انہیں بچا لیا۔ یہ ہیں عاد، اپنے رب کی آیات سے انہوں نے انکار کیا، اس کے رسولوں کی بات نہ مانی، اور ہر جبّار دشمنِ حق کی پیروی کرتے رہے۔ آخر کار اس دنیا میں بھی ان پر پھٹکار پڑی اور قیامت کے روز بھی۔ سنو! عاد نے اپنے رب سے کفر کیا، سنو! دور پھینک دیے گئے عاد، ہود کی قوم کے لوگ۔ اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور یہاں تم کو بسایا ہے۔ لہٰذا تم اس سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، یقیناً میرا ربّ قریب ہے اور وہ دعاؤں کا جواب دینے والا ہے۔ انہوں نے کہا اے صالح، اس سے پہلے تو ہمارے درمیان ایسا شخص تھا جس سے بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ کیا تو ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے روکنا چاہتا ہے جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے تو جس طریقے کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اس کے بارے میں ہم کو سخت شبہ ہے جس نے ہمیں خلجان میں ڈال رکھا ہے۔

سورہ ہود (آیت نمبر 53 تا 62) تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الحدیث

گناہِ کبیرہ۔۔اللہ کے ساتھ شرک کرنا!!!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتا دوں؟ صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا''، راوی کہتے ہیں: آپ اُٹھ بیٹھے حالانکہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر فرمایا: ''اور جھوٹی گواہی دینا''، یا جھوٹی بات کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اسے دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا: ''کاش آپ خاموش ہو جاتے''۔

امام ترمذی کہتے ہیں: ۱- یہ حدیث حسن صحیح ہے، ۲- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

غیر موجودگی میں کی جانے والی دعا!!!

حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا: ''مسلمان شخص کی اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہ دعا قبول ہوتی ہے جو اس کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے، اور (دعا کرنے والے) کے پاس ایک فرشتہ مامور ہوتا ہے، جب وہ اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے تو وہ مامور فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے: اسی مثل تمہارے لیے بھی ہو''

(مسلم)

جھوٹ بولنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے!!!

حضرت عبداللہ عمروؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا: ''میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک آیت ہی ہو، بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جو شخص عمداً مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے''

(بخاری)

5 فروری۔۔۔یوم یکجہتی کشمیر!!! اللہ رحم فرمائے

5 فروری یوم یکجہتی کشمیر کے نام سے پورے پاکستان میں منایا جاتا ہے۔ پورے ملک میں کہیں جلسے، کہیں جلوس، کہیں کشمیر پر سیمنار ہوتے ہیں۔کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں جہاں اس روز ہر مکتبہ فکر کے لوگ، کشمیری عوام کے ساتھ اپنے اپنے انداز میں یکجہتی کا اظہار نہ کرتے ہوں۔ پاکستانی عوام کا کشمیریوں کے ساتھ والہانہ لگاو ہے، تھا اوران شاء اللہ ہمیشہ رہے گا۔تاہم مقبوضہ ریاست جن حالات سے اس وقت گذر رہی ہے، ان حالات میں عملی اقدامات کی کافی اقدامات کی زیادہ ضرورت ہے، جو بظاہر نظر نہیں آرہے۔حدتو یہ ہے کہ بیس سال تک مسئلہ کشمیر کو منجمد رکھنے اور بھارت کے ساتھ تجارت کرنے اور ماضی کو بھلانے کے نظریئے پر عملدرامد ہونے کی تیاریاں بھی کی جا چکی تھیں۔معروف کشمیری صحافی اوردانشور نعیمہ احمد مہجوراپنے ایک حالیہ کالم "منجمد نہیں کشمیر دفن ہے" میں لکھتی ہیں" باجوہ صاحب نے ماضی کو بھول جانے کی ہدایت دی، یعنی جو ہوگیا وہ ہوگیا، حالات سے سمجھوتہ کرنا سیکھ لیں۔آگے وہ لکھتی ہیں کہ اس طرح کی سوچ اوراقدامات سے انڈیا کے ہندوتوا والے جس پروگرام پر گامزن ہیں اس کو دیکھتے ہوئے اگلے دو دہائیوں میں شاید نہ کشمیر رہے گا اور نہ کشمیری۔ پھر یہ مسئلہ خود بخود زمین بوس ہوجائے گا"ایک اور کشمیری صحافی سید عارف بہاراس صورتحال کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ " پاکستان کی پالیسیوں سے کشمیری خوش بھی ہوتے ہیں اور ناراض بھی۔ سچ تو یہ ہے آج ایک عام کشمیری نوجوان پاکستان کی ریاستی پالیسیوں سے قطعی ناخوش ہے۔اس کے خیال میں پاکستان نے امریکی دباؤاور معاشی مفادات کی خاطر کشمیریوں کو ہاتھ پاؤں باندھ کر بھارت کے آگے پھینک دیا ہے۔ جنرل مشرف نے سب سے پہلے پاکستان کے نام پر کشمیر فراموشی کا جو کام شروع کیا تھا جنرل ریٹائرڈ قمر جاوید باجوہ نے باجوہ ڈاکٹرائن کے نام پر یہ کام اس وقت آگے بڑھایا جب بھارت پانچ اگست کے فیصلے کے ذریعے کشمیر کی خصوصی شناخت چھین چکا تھا اور کشمیر یا تو ایک لاک ڈاؤن کی زد میں تھا یا پھر ایک مقتل کا منظر پیش کر رہا تھا"۔ بہرحال اس وقت صورتحال یہ ہے کہ حریت پسند عوام کی آواز کو خاموش کرنے کے لئے فوجی قوت کا بے تحاشا استعمال بغیر کسی کی رکاوٹ کے استعمال ہورہا ہے۔ ہزاروں پُرامن شہری جن میں بزرگ، جوان، خواتین اور بچے شامل ہیں، بھارتی زندانوں اورعقوبت خانوں میں شدید مصائب ومشکلات برداشت کرتے ہوئے انتہائی کربناک زندگی گزار رہے ہیں اورگرفتاریوں کا یہ سلسلہ جاری ہے۔لاکھوں کنال زرعی، باغاتی، جنگلاتی زمین فوج کی تحویل میں تھی ہی اب 2019ء سے مزید زرعی زمین اور جنگلاتی زمین کو دفاع کے نام پر قبضے میں لیا جارہا ہے۔اطلاعات کے مطابق پانچ ملین بھارتی شہریوں کو ریاست کی سٹیٹ سبجیکٹ جاری کی جا چکی ہیں اور مزید جاری کرنے کے فرمان جاری ہورہے ہیں، ہر اہم منصب پر غیر ریاستی افسر تعینات ہے اس لئے بلا کسی رکاوٹ کے وہ سب کچھ کیا جارہا ہے جو فلسطین میں صیہونی کررہے ہیں۔مسئلہ کشمیر حل کرنے کے بجائے، اس ریاست کی مسلم شناخت کو بھی ختم کرنے کے اقدامات بڑی سرعت سے شروع کئے جاچکے ہیں۔امن اور مذاکرات کے نام پر نہ مشرف صاحب اور نہ باجوہ صاحب کھیل سمجھ سکے اور یہ اسی کے ثمرات ہیں کہ جہاں بھیگی بلی شیرنی کی طرح اب دانت دکھارہی ہے اوران دانتوں سے اب کھل کے اور بے خوف ہوکے کاٹ بھی رہی ہے۔کوئی اوراس حقیقت کو سمجھے یا نہ سمجھے، کشمیری اس طریقہ واردات کو خوب سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں۔اب یہ واضح ہوچکا ہے کہ بھارت کی روایتی ہٹ دھرمی، غیر حقیقت پسندانہ روش اور فوجی غرور اور عالمی طاقتوں اور اداروں کے دہرے معیار اور سرد مہری کی صورتحال نے پرامن ذرائع کی افادیت مکمل طور پر ختم کردی ہے۔نریندر مودی کے بھارت کے ساتھ موجودہ حالات میں تعلقات استوار کرتے وقت ستم رسیدہ کشمیریوں کے جذبات واحساسات ملحوظ رکھنے کے مکلّف کو یہ حقیقت ازبر ہونی چاہئے کہ مقتول کی وکالت اور قاتل کے ساتھ دوستی بیک وقت چل نہیں سکتی۔اس طرح کی حکمت عملی دشمن کی دشمنی سے زیادہ خوفناک ثابت ہوگی۔باجوہ ڈاکٹرائن کی کہانی اصولی طور پر اب ختم ہوچکی ہے اوراب ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان اپنی کشمیر پالیسی کے نقائص کو دور کرنے کا فیصلہ کرے۔۔یوم یکجہتی کشمیر منانے میں کوئی حرج نہیں لیکن کشمیری عملی یکجہتی کا مطالبہ کررہے ہیں۔حکمران اس طرف توجہ دیں گے، تو بات بنے گی ورنہ بقول نعیمہ مہجور اگلے دو دہائیوں میں شاید نہ کشمیر رہے گا اور نہ کشمیری۔اللہ رحم فرمائے۔

☆☆☆

5 فروری کی کہی اور ان کہی داستان

سید عارف بہار

یہ مقام حیرت ہے کہ محض ڈھائی عشرے ہونے کو ہیں کہ نوجوان نسل کے ذہنوں سے یہ بات محو ہوچکی ہے کہ آخر پانچ فروری کو ہوا کیا تھا؟ پانچ فروری کسی داستان فتح کی یاد ہے یا کسی شکست کے جشن کا دن؟ کشمیریوں، پاکستان اور بھارت میں سے کس فریق نے پانچ فروری کو کسی فریق مخالف کو پچھاڑا تھا؟ پانچ فروری کے بارے میں ان لوگوں کا استفہامیہ انداز کسی حد قابل قبول ہوتا ہے جو1990 کے بعد سنِ شعور کو پہنچے مگر جو لوگ پہلے احتجاج میں شریک تھے، وہ بھی اس دن کے پس منظر کو بھول بھال چکے ہیں۔ ستر اور اسی کی دہائیاں کشمیر میں امید اور مایوسی سے عبارت ہیں۔ ان دونوں دہائیوں میں گردوپیش میں اور خود کشمیر کے اندر پیش آنے والے کچھ سیاسی واقعات نے کشمیریوں کو پہلے مایوسی کی گہرائیوں میں دھکیلا پھر یکا یک وہ امید کی کہکشاؤں میں سفر کرنے لگے۔ ستر کی دہائی میں سقوط ڈھاکہ نے کشمیریوں کے اعصاب شل کرنے اور انہیں گردوپیش اور مستقبل سے مایوس کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس مایوسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشمیریوں کے سب سے مقبول اور سر برآوردہ لیڈر شیخ عبداللہ اپنی بائیس سالہ سیاسی جدوجہد ترک کرکے نئی دہلی کے ساتھ شراکت اقتدار کا فارمولہ طے کرنے پر مجبور ہوگئے۔ انہوں نے حق خودارادیت کا موقف ترک کرکے کشمیر پر بھارت کے کنٹرول کو ایک حقیقت کے طور تسلیم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ کشمیریوں کی مایوسی کا ایک اہم مقام تھا جب انہیں یہ یقین ہوگیا کہ اب پاکستان ان کی مدد کی پوزیشن میں نہیں رہا اس لئے انہیں دہلی کے ساتھ کشمکش کے ماحول کے بجائے تسلیم ورضا کے ساتھ دن گزارنے کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس ماحول میں بھی گو کہ امید پرست طبقہ اپنی جدوجہد جاری رکھا ہوا تھا مگر وہ کشمیری سماج کا مرکزی دھارا نہیں تھا۔ اس سماج کا مرکزی دھارا شیخ عبداللہ کی ذات اور جماعت تھی جو اب بھارت کے ساتھ صلح کر چکی تھی۔ اسی کی دہائی میں اس مایوسی نے ایک نئے زاویے میں سفر کرنا شروع کیا۔ انقلاب ایران اور جہاد افغانستان وقت کی دو اہم سپر طاقتوں امریکہ اور سوویت یونین کے خلاف برپا ہوئے۔ دونوں تحریکوں نے کشمیریوں کی مایوسی کو نئی امید میں بدل دیا۔ اس سے پہلے کشمیر پر فلسطین کی جدوجہد کے اثرات تھے۔ محمد مقبول بٹ اور ان کے ساتھی کشمیری نیشنل ازم کی بنیاد پر یاسر عرفات، بن بیلا وغیرہ کو آئیڈیلائز کر رہے تھے۔ ایران اور افغانستان کی تحریکوں کے بعد کشمیر میں اسلامی سوچ کی بنا پر جدوجہد کا نیا ڈھنگ اختیار کرنے کی سوچ اُبھرتی چلی گئی۔ اسی کی دہائی کے وسط میں کشمیر کی ایک اہم طلبہ تنظیم اسلامی جمعیت طلبہ جس کی قیادت شیخ تجمل الاسلام کررہے تھے ایرانی انقلاب کے اثرات کی زد میں آچکی تھی۔ شیخ تجمل کی قیادت میں اس طلبہ تنظیم نے کشمیر میں ایرانی طرز کا انقلاب برپا کرنے کا اعلان کرتے ہوئے ایک عالمی کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ واضح رہے کہ اس وقت ایران میں بھی انقلاب کو برآمد کرنے کی سوچ تقویت پکڑ رہی تھی۔ جو ایران سے باہر اپنے اثرات ظاہر کرنے لگی تھی۔ بھارت نے اس کانفرنس کو بزور طاقت روک دیا اور یوں شیخ تجمل اور ان کے کچھ ساتھی گرفتار ہوئے، کچھ جلاوطن اور کچھ زیر زمین چلے گئے۔ اسی دوران ایک سرگرم سیاسی کارکن عبدالمجید ڈار نے1982 میں ہی افغان جہادی گروپ حزب اسلامی کی پیروی کرتے ہوئے حزب اسلامی کشمیر کے نام سے ایک زیرزمین گروپ تشکیل دے کر اخبارات کو بیان جاری کرنا شروع کئے۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ کشمیریوں کا ایک طبقہ آہستہ روی کے ساتھ افغان جہاد کے اثرات کو قبول کرتا جا رہا ہے۔ یہ مجید ڈار وہی تھے جو بعد ازاں حزب المجاہدین کے چیف کمانڈر بنے اور2000 میں انہوں نے بھارت کے ساتھ یک طرف جنگ بندی کا اعلان بھی کیا۔ اُدھر محمد مقبول بٹ اور ان کے ساتھی ماؤ، چی گویرا، بن بیلا اور یاسر عرفات، عمر مختار، لیلیٰ خالد سمیت اس دور کی مقبول تحریکوں کو آئیڈیلائز کرتے اور انہی کے اثرات کے تحت اپنے راستے پر کاربند تھے۔ یہ سارے حالات و واقعات کشمیر میں ذہنوں اور دلوں پر اپنے اثرات مرتب کر رہے تھے۔ جس طرح ستر کی دہائی میں سقوط ڈھاکہ اور اندرا عبداللہ ایکارڈ نے کشمیریوں کی مایوسی کو انتہا پر پہنچا دیا اسی طرح اسی کی دہائی میں مقبول بٹ کی پھانسی اور مسلم متحدہ محاذ کے قیام کے دو اہم واقعات نے کشمیریوں کو امید کے نئے راستوں پر ڈال دیا۔ انہیں اندازہ ہوا کہ وہ وقت اور حالات کا

> ستر کی دہائی میں سقوط ڈھاکہ نے کشمیریوں کے اعصاب شل کرنے اور انہیں گردوپیش اور مستقبل سے مایوس کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس مایوسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشمیریوں کے سب سے مقبول اور سر برآوردہ لیڈر شیخ عبداللہ اپنی بائیس سالہ سیاسی جدوجہد ترک کرکے نئی دہلی کے ساتھ شراکت اقتدار کا فارمولہ طے کرنے پر مجبور ہوگئے۔ انہوں نے حق خودارادیت کا موقف ترک کرکے کشمیر پر بھارت کے کنٹرول کو ایک حقیقت کے طور تسلیم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ کشمیریوں کی مایوسی کا ایک اہم مقام تھا جب انہیں یہ یقین ہوگیا کہ اب پاکستان ان کی مدد کی پوزیشن میں نہیں رہا اس لئے انہیں دہلی کے ساتھ کشمکش کے ماحول کے بجائے تسلیم ورضا کے ساتھ دن گزارنے کا راستہ اختیار کرنا چاہئے

جس طرح ستر کی دہائی میں سقوط ڈھاکہ اور اندرا عبداللہ ایکارڈ نے کشمیریوں کی مایوسی کو انتہا پر پہنچا دیا اسی طرح اسی کی دہائی میں مقبول بٹ کی پھانسی اور مسلم متحدہ محاذ کے قیام کے دو اہم واقعات نے کشمیریوں کو امید کے نئے راستوں پر ڈال دیا۔ انہیں اندازہ ہوا کہ وہ وقت اور حالات کا دھارا بدل سکتے ہیں کیونکہ بھارت سوویت یونین اور امریکہ سے بڑی طاقت نہیں۔ جس طرح اندرا عبداللہ ایکارڈ سقوط ڈھاکہ کا ہی نتیجہ تھا بالکل اسی طرح مسلم متحدہ کا قیام مقبول بٹ کی شہادت کا غیر محسوس نتیجہ تھا۔ وہ سارا غصہ، سارا انتقام اور ساری مایوسی جو مقبول بٹ کی شہادت سے کشمیریوں کی روح کی گہرائیوں میں اتر گئی تھی مسلم متحدہ محاذ کی صورت میں انڈیل دی گئی اور اس کے بعد سوچوں کے ایک نئے سفر کا آغاز ہوگیا

دھارا بدل سکتے ہیں کیونکہ بھارت سوویت یونین اور امریکہ سے بڑی طاقت نہیں۔ جس طرح اندرا عبداللہ ایکارڈ سقوط ڈھاکہ کا ہی نتیجہ تھا بالکل اسی طرح مسلم متحدہ کا قیام مقبول بٹ کی شہادت کا غیر محسوس نتیجہ تھا۔ وہ سارا غصہ، سارا انتقام اور ساری مایوسی جو مقبول بٹ کی شہادت سے کشمیریوں کی روح کی گہرائیوں میں اتر گئی تھی مسلم متحدہ محاذ کی صورت میں انڈیل دی گئی اور اس کے بعد سوچوں کے ایک نئے سفر کا آغاز ہوگیا۔ جنرل ضیاء الحق خطے میں اپنے ایجنڈے پر کاربند تھے ۔وہ افغانستان سے سوویت انخلاء کے بعد ذہن میں اپنا نقشہ سجائے بیٹھے جبکہ امریکیوں کا ایجنڈا اور نقشہ اس سے یکسر جدا تھا۔ بھارت سیاچن پر قبضے کے بعد وولر بیراج سمیت پاکستان کے پانیوں پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے کوشاں تھا۔ اسلام آباد میں بھارت کو سوئی چبھونے کی حکمت عملی اپنائی گئی تھی مگر کشمیر کے سیاسی ماحول کو عسکری میں بدلنا خاصا مشکل تھا۔ مسلم متحدہ محاذ کی شکست نے یہ مشکل آسان کر دی ۔یوں کشمیر میں مسلح جدوجہد کا آغاز ہو گیا ۔کوئی منظّم جماعت اس جدوجہد کی حمایت نہیں کر رہی تھی البتہ نوجوانوں کے غیر منظّم اور غیر معروف گروہوں نے جسے جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ کی چھتری حاصل ہوگئی اس جدوجہد کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کرلیا۔ جنرل ضیاء الحق کا جہاز تباہ ہوگیا۔ بھارت نے مسلح جدوجہد کا ابتدائی تانا بانا بکھیر کر رکھ دیا۔ درجنوں نوجوان گرفتار ہوگئے ۔ چند ایک

کنٹرول لائن عبور کر کے آزاد کشمیر آ گئے ۔ان میں سے کئی ایک کو آزاد کشمیر پولیس نے نظر بند کر دیا۔ پاکستان کے کار پردازان یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ جنرل ضیاء اور اختر عبدالرحمان کے بوئے گئے اس بیج سے جو کونپل پھوٹی ہے اس کے ساتھ کیا رویہ اپنایا جائے ؟ ایک سوچ یہ تھی کہ بدلے ہوئے حالات کے مطابق اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور دوسری سوچ یہ کہ اس کی آبیاری کی جائے ۔صدر غلام اسحاق خان کی صدارت میں ہونے والے ایک اجلاس میں وزیراعظم بے نظیر بھٹو، جنرل مرزا اسلم بیگ ،اور صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان بھی شامل تھے

جہاں اس کونپل کی آبیاری کا فیصلہ اور جنرل ضیاء کی سرپرستی کو تسلسل دینے کا حتمی فیصلہ ہوا۔ یوں کشمیر میں مسلح جدوجہد نے ایک نئی کروٹ لی ۔نوجوانوں کے کئی نئے گروہ عسکری تربیت کے لئے آزاد کشمیر کا رخ کرنے لگے ۔ نہ صرف یہ جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ سرگرمیوں میں شدت آگئی بلکہ کئی نئے عسکری گروپ بھی قائم ہونے لگے ۔اس دوران سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ نے اس دور کے بھارتی وزیر داخلہ مفتی محمد سعید کی بیٹی ڈاکٹر ربیعہ سعید کو سری نگر کے صورہ میڈیکل انسٹی ٹیوٹ سے اغوا کر کے سوپور کے ایک گھر میں چھپا دیا۔ سرد موسم تھا اور کشمیر کے پہاڑ برف سے ڈھک چکے تھے ۔مرکزی وزیر داخلہ کی بیٹی کا اغوا بھارت کے قومی وجود اور انا کے لئے ایک چیلنج تھا۔ بھارت نے ڈاکٹر ربیعہ کی رہائی کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا جن میں سب سے اہم طریقہ لوگوں کو گھروں سے نکال کر خانہ تلاشی کا عمل تھا۔ عورتوں ،بچوں اور بوڑھوں کو برفانی راتوں اور برفانی راستوں میں کھڑا کر کے ان کی انا کو زخمی کیا جاتا۔ کشمیریوں کی اس زخمی انا نے جب ردعمل کا روپ دھارا تو ان دریائی جلوسوں میں ڈھل گیا جن میں دس لاکھ سے زیادہ افراد بھی شریک ہونے لگے ۔یوں کشمیریوں کی مجروح انا نے ایک باقاعدہ مزاحمت، بغاوت اور سول نافرمانی کی تحریک کا روپ دھارا۔ ہر نوجوان انتقام میں بندوق کا متلاشی ہوگیا۔

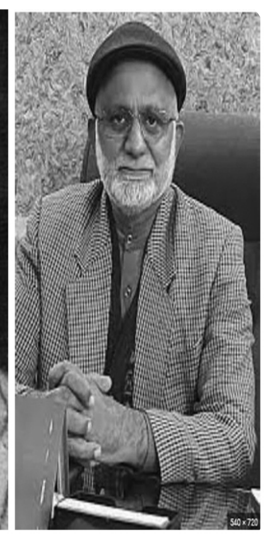
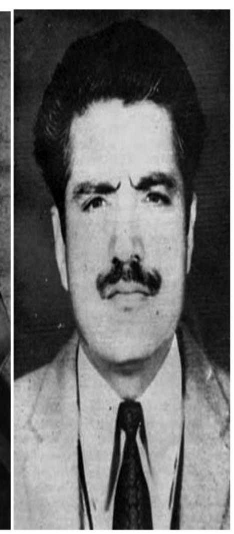

ادھر آزاد کشمیر ریڈیو'' سرحد پار جائیں گے ،کلاشنکوف لائیں گے'' جیسے انقلاب آفرین ترانوں سے ردعمل کے شعلوں کو فلک بوس بنا رہا تھا۔اس ماحول میں ہزاروں نوجوانوں نے جذبات سے مغلوب ،غصے اور انتقام میں کنٹرول لائن عبور کر کے آزاد کشمیر پہنچنا شروع کر دیا۔ریاستی اداروں کی احتیاطی تدابیر دھری کی دھری رہ گئیں۔کشمیری نوجوانوں کا خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔سیکڑوں افراد کے قافلے یا تو کنٹرول لائن پر بھارتی فوج کے ساتھ مڈبھیڑ کے نتیجے میں لٹ پٹ کر مظفر آباد پہنچتے ان میں اگر کوئی قافلہ بہ حفاظت بھی پہنچتا تو اسے خوراک اور لباس کی ضرورت ہوتی۔آزاد کشمیر حکومت اس صورت حال سے قطعی لاتعلق تھی۔جن ریاستی اداروں نے یہ کام اپنے ذمے لے رکھا تھا ان کی تیاریاں بھی محدود تھیں۔وہ کشمیر کے برف زاروں میں چھپے آتش فشاں کی شدت اور سنگینی سے بے خبر تھے۔انہیں اندازہ ہی نہیں تھا کہ کشمیری اس قدر قوت سے اُٹھ کھڑے ہوں گے اس لئے ان کا ''حسن انتظام'' بھی اس نئی صورت حال میں جواب دے رہا تھا۔ایسے میں قاضی حسین احمد مرحوم نے ملتان میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ مقبوضہ کشمیر سے ہزاروں افراد بھارتی مظالم سے تنگ آکر آزاد کشمیر پہنچ رہے ہیں۔حکومتیں ان کی مدد نہیں کر رہیں ،قوم آگے بڑھ کر ان کی مدد کرے۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے کشمیریوں کے ساتھ اظہار یک جہتی کے لئے عام ہڑتال کی اپیل کی۔اس ہڑتال پر کشمیر سے پہلا ردعمل ایک معروف کمانڈر محمد احسن ڈار کی طرف سے آیا جنہوں نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ اب ہم زیادہ اعتماد کے ساتھ اپنی تحریک کو آگے بڑھائیں کیونکہ ہمیں سرحد پار سے اخلاقی مدد ملنا شروع ہوگئی ہے۔اس کے بعد پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں نواز شریف اور بعدازاں وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو نے بھی اس ہڑتال کی حمایت کا اعلان کیا۔اس طرح پانچ فروری کشمیریوں کی جدید تحریک سے یک جہتی کے لئے ایک رسم وریت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔لیکن دنیا میں آنے والی ٹیکنالوجی کی تبدیلیوں اور ترقی نے عوام کی سطح شعور خاصی بلند کی ہے۔کشمیری یوں بھی مزاجاً جذباتی سہی مگر شعور اور آگہی میں دنیا کی کسی بھی ذہین قوم کے

قوم ہم پلہ ہیں۔نابغۂ روزگار حضرت علامہ اقبال نے یوں بے سبب اس قوم کو ''قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ'' نہیں کہا تھا۔یہ اس قوم کو علامہ کا خراج تحسین اور اس کی ذہانت کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے مترادف تھا۔اس لئے ایسی قوم کو طفل تسلیوں سے زیادہ عرصہ تک بہلایا نہیں جا سکتا۔اس وقت ریاست پاکستان کی پالیسی بھارت نوازی سے لچکی ہوئی شاخ کی مانند ہے اور بھارت کی بجائے حکومت پاکستان کو للکارنے اور جگانے کی زیادہ ضرورت ہے۔کیونکہ کشمیریوں کا بھارت سے گلے شکووں کا کوئی رشتہ وتعلق ہی قائم نہیں۔وادی کشمیر کا عام مسلمان بھارت کو غاصب سمجھتا تھا اور سمجھتا رہے گا۔وہ اپنے اس ''فہم بھارت'' کی قیمت عشروں سے چکا رہا ہے۔بھارت اسے لاکھ اپنا کہے،اٹوٹ انگ سمجھے،اس کی جیب میں گاندھی جی کی تصویروں والے نوٹ اور ہاتھ میں ری پبلک آف انڈیا نام کا سیاہ پاسپورٹ زبردستی تھما دے مگر کشمیریوں کا دل ہندوستانی نہیں بن سکتا۔یہ بات بھارت کو پوری طرح معلوم ہے۔اس لئے کشمیر کا عام آدمی بھارت کے ساتھ ایک جبری ناتے میں بندھا ہوا ہے مگر کشمیریوں کو پاکستان سے ہر دور میں بے شمار توقعات رہی ہیں۔پاکستان اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے تحت مسئلے کا فریق رہا ہے۔پاکستان کے ساتھ کشمیریوں کے مذہبی،سیاسی،نسلی اور ثقافتی روابط بہت گہرے ہیں۔اس لئے پاکستان کی پالیسیوں سے کشمیری خوش بھی ہوتے ہیں اور ناراض بھی۔سچ تو یہ ہے آج ایک عام کشمیری نوجوان پاکستان کی ریاستی پالیسیوں سے قطعی ناخوش ہے۔اس کے خیال میں پاکستان نے امریکی دباؤ اور معاشی مفادات کی خاطر کشمیریوں کو ہاتھ پاؤں باندھ کر بھارت کے آگے پھینک دیا ہے۔جنرل مشرف نے سب سے پہلے پاکستان کے نام پر کشمیر فراموشی کا جو کام شروع کیا تھا جنرل ریٹائرڈ قمر جاوید باجوہ نے باجوہ ڈاکٹرائن کے نام پر اس وقت آگیا بڑھایا جب بھارت پانچ اگست کے فیصلے کے ذریعے کشمیر کی خصوصی شناخت چھین چکا تھا اور کشمیر یا تو ایک لاک ڈاؤن کی زد میں تھا یا پھر ایک مقتل کا منظر پیش کر رہا تھا۔باجوہ ڈاکٹرائن کی کہانی اب انجام کو پہنچ چکی ہے اور اب ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان اپنی کشمیر پالیسی کے نقائص کو دور کرنے کا راستہ اپنائے۔

☆☆☆

جناب سید عارف بہار آزاد کشمیر کے معروف صحافی دانشور اور مصنف ہیں۔کئی پاکستانی اخبارات اور عالمی شہرت یافتہ جرائد میں لکھتے ہیں۔تحریک آزادی کشمیر کی ترجمانی کا الحمدللہ پورا حق ادا کر رہے ہیں۔کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں

ہم کشمیری ہیں۔۔۔کشمیر ہمارا ہے

بھارت کی ہر سازش کا توڑ ایک ایسا پاکستان ہے جو داخلی طور پر منظّم، یکسو ہو، منتشر نہ ہو

تحریک آزادی کشمیر کے لیے بجٹ کا ایک حصہ مختص کیا جائے

اس ایشو کو بین الاقوامی سطح پر اُجاگر کرنے کے لیے ایک نائب وزیر خارجہ کی تقرری ہو جائے

مسئلہ کشمیر کو تعلیمی نصاب کا بھی حصہ بنایا جائے آزاد کشمیر خطے کے وزیر اعظم کو وزیر اعظم جیسی ہی اہمیت دی جائے

اور بین الاقوامی سطح پر مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے کے لئے پورے پاکستان کی طرف سے اسے مکمل مینڈیٹ دیا جائے، پورے آزاد خطے کو آزادی کشمیر کا بیس کیمپ قرار دیا جائے

جناب سراج الحق کا آبائی تعلق دیر سے ہے، تاہم پیدائش 5 اپریل 1962ء کو خیبر پختونخوا کے ضلع چارسدہ، تحصیل شبقدر کے گاوں ''میرزو'' میں ہوئی۔ سراج الحق کو یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ آٹھویں جماعت میں ہی ملک گیر تنظیم ''اسلامی جمعیت طلبہ'' کے رکن بن گئے۔ میٹرک کے طالب علم تھے تو انھیں اسلامی جمعیت طلبہ ضلع دیر کا ناظم مقرر کیا گیا۔ سراج الحق نے گورنمنٹ ڈگری کالج تیمر گرہ سے گریجویشن کی۔ 1983ء میں ڈگری کالج تیمر گرہ سے ہی طلبہ یونین کے صدر منتخب ہوئے۔ انھوں نے پشاور یونیورسٹی سے بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم ایڈ کا امتحان پاس کیا۔ اس عرصہ میں وہ اسلامی جمعیت طلبہ کی مختلف ذمہ داریوں پر فائز رہے۔ ناظم مالاکنڈ ڈویژن، تین سال تک ناظم صوبہ پختونخوا اور پھر 1989ء سے 1991ء تک بطور ناظم اعلیٰ خدمات سر انجام دیں۔ خیبر پختونخوا میں قیم صوبہ (سیکرٹری جنرل) مقرر ہوئے اور 2003ء میں جماعت اسلامی خیبر پختونخوا کے امیر منتخب ہوئے۔ اپریل 2009ء میں انہیں مرکزی نائب امیر مقرر کیا گیا۔ مارچ 2014ء میں جماعت اسلامی کے 5 سال کے لیے امیر منتخب ہوئے اور بعدازاں مارچ 2019ء میں دوسری بار 5 سال کے لیے امیر جماعت اسلامی پاکستان منتخب ہوئے۔ اکتوبر 2002ء کے انتخابات میں دینی جماعتوں کے اتحاد متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے PK95 لوئر دیر سے صوبائی اسمبلی کے امیدوار منتخب ہوئے اور متحدہ مجلس عمل کی صوبائی حکومت میں بطورِ سینئر وزیر اور وزیر خزانہ خدمات انجام دیتے رہے۔ 2013ء کے قومی انتخابات میں سراج الحق ایک بار پھر لوئر دیر سے صوبائی نشست پر منتخب ہو کر پاکستان تحریک انصاف اور جماعت اسلامی کی مخلوط حکومت میں دوسری بار سینئر وزیر اور وزیر خزانہ مقرر کیے گئے۔ پہلی بار امیر جماعت اسلامی پاکستان منتخب ہونے کے بعد اپنی ملک گیر تنظیمی و سیاسی مصروفیات کے پیش نظر صوبائی وزارت سے مستعفی ہو گئے اور بعدازاں 2015ء میں صوبہ خیبر پختونخوا سے سینیٹ کا الیکشن جیت کر 2021ء تک بطور سینیٹر ذمہ داریاں نبھائیں اور ایوان بالا میں عوامی حقوق کی توانا آواز رہے۔ ملکی سیاست میں سراج الحق سادگی، متانت، رواداری، اخلاق اور کردار کا بہترین نمونہ سمجھے جاتے ہیں اور پاناما کیس کے دوران سپریم کورٹ کے جسٹس آصف کھوسہ کے الفاظ تھے کہ "اگر پارلیمنٹ میں دفعہ 62،63 نافذ کی جائے تو شائد سراج الحق کے علاوہ کوئی نہیں بچے گا"۔

5 جنوری 2023 کو منصورہ لاہور میں ان سے ملاقات ہوئی ،جس میں "تحریک آزادی کشمیر اور پاکستان کا کردار" کے موضوع پر ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی ، جسے قارئین کی خدمت میں من وعن پیش کیا جاتا ہے۔(شیخ محمد امین)

سوال: محترم! ہم سب جانتے ہیں کہ 5 اگست 2019ء کو بھارت نے کشمیر میں تحریک آزادی کی بساط لپیٹنے کی کوشش کی۔ اس پر پاکستان کا ردعمل خلاف توقع سرد رہا۔ پاکستان کے رویے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

جواب: کشمیر کے لوگ جانتے ہیں کہ بائیس کروڑ پاکستانی عوام ان کی پشت پر کھڑے ہیں۔2019ء کو جو بھارت کی طرف سے اقدامات اٹھائے گئے، ہم (یعنی جماعت اسلامی پاکستان) اس وقت مہنگائی کے خلاف ایک تحریک چلا رہے تھے۔ہم نے اس پوری تحریک کو ایک طرف رکھ کر انڈیا کے ان اقدامات کے خلاف احتجاجی تحریک کا آغاز کیا، ریلیاں نکالیں، جلسے اور جلوس منعقد کیے، ہر چھوٹے بڑے گاؤں میں احتجاجی پروگرامات منعقد ہوئے۔یہ عوامی سطح پر یہ ایک زندہ ایشو تھا۔البتہ اس وقت عمران خان کی حکومت تھی جس نے عوام کی امنگوں کے مطابق Response نہیں دیا۔ماضی کی طرح زبانی کلامی بیانات پر ہی اکتفا کیا گیا۔یہ تو ایک عیاں حقیقت ہے کہ جب تک پاکستان میں ایک اسلامی فلاحی حکومت قائم نہیں ہوتی جو کشمیر کو ترجیحی بنیادوں پر سمجھے، اور اس مسئلے کی اہمیت کو جانے، اور اس کو پاکستان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ قرار دے، تب تک ایسی ہی صورتحال نظر آئیگی۔ چاہے پی ٹی آئی، پی ڈی ایم یا پی پی پی کی حکومت ہو وہ صرف بیانات کی حد تک کام چلاتے رہیں گے۔کہیں اگر UNO میں تقریر کا موقع ملتا ہے تو سال میں ایک بار اس موضوع پر خطاب بھی کر دیں گے لیکن عملی طور پر توقع کے مطابق نہ کبھی کچھ ہوا اور نہ ہو رہا ہے۔

سوال: پانچ اگست کے بعد مسلم ریاست جموں وکشمیر کو ایک ہندو ریاست بنانے کی عملاً کوششیں کی جارہی ہیں۔کس طرح ان کوششوں کو ناکام کیا جاسکتا ہے؟

جواب: یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ بھارت پہلی بار یہ کوششیں نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ بار بار یہ گھٹیا حربے استعمال کر چکا ہے تاہم یہ حربے ہمیشہ ناکام ہوئے ہیں۔ میں آج بھی اس پر یکسو اور پر

امید ہوں کہ اگر پاکستان کی حکومت، پاکستان کی قوم اور کشمیری قیادت اور عوام مل کر ایک منزل کی جانب گامزن ہوجائیں تو یہ یقینی ہے کہ یہ تمام حربے پہلے کی طرح نہ صرف ناکام ہونگے بلکہ ان شاءاللہ کشمیری عوام اپنی آزادی کی منزل بھی حاصل کریں گے۔"تیز ترک گامزن، منزلِ ما دور نیست" جبکہ نئی نسل خود کشمیر کی آزادی کے ساتھ کمیٹڈ نہیں۔ تاہم یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ اس وقت کشمیر ایک مکمل جیل خانے میں تبدیل ہوچکا ہے، 35 لاکھ غیر کشمیریوں کو ڈومیسائل ایشو کئے گئے ہیں، اس تعداد کے ساتھ پانچ دس سال کے بعد اگر استصواب رائے بھی ہوجائے تو خطرہ ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہونگے۔اسی طرح غیر مسلم افسران کو بھی مسلط کیا جارہا ہے اور مسلمانوں کو وہاں کی انتظامیہ اور سرکاری نوکریوں سے ہٹایا جارہا ہے، جن لوگوں نے ماضی میں مسلح جدوجہد کی ہے یا ہجرت کی ہے، ان کے گھروں کو مسمار کیا جارہا ہے۔ یقیناً یہ بھارت کا ایک خوفناک منصوبہ ہے۔ لیکن اس کا توڑ ایک ایسا پاکستان ہے جو داخلی طور پر منظم، اور یکسو ہو، منتشر نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں حکومت پاکستان کے لیے اب بھی ممکن ہے کہ وہ OIC کو فعال کرے۔ بھارت کے قطر، سعودی عرب اور عرب امارات کا اور دوسرے ممالک کے ساتھ تجارتی معاملات ہیں۔ بھارت OIC کی آواز کو آسانی سے اگنور نہیں کرسکتا لیکن اگر پاکستان خود آگے بڑھ کر بھارت کے ساتھ تجارت کے لیے تیار ہے اور بھارت کو مشرق وسطیٰ، قطر، سعودی عرب اور عرب امارات سے زیادہ تجارت کے لیے اچھی جگہ سمجھ رہا ہے۔تو اس کا مطلب ہے ہماری داخلہ اور خارجہ پالیسی دونوں ناکام ہوچکی ہیں۔

سوال: آپ کی نظر میں ایک فریق کی حیثیت سے پاکستان کا اس وقت مسئلہ کشمیر کے آبرومندانہ حل کے حوالے سے کیا کردار ہونا چاہیے؟

جواب: دیکھئے 5 اگست 2019 کے فوراً بعد ہم نے حکومت وقت کو مشورہ دیا تھا کہ اولاً موجودہ صورتحال پر غور کرنے کیلئے پارلیمنٹ اور سینیٹ کا ایک جوائنٹ سیشن بلائیں، اور مسئلے کے حل کی طرف کوئی راہ عمل ترتیب دے ثانیاً یہ کہ تحریک آزادی کشمیر کے لیے بجٹ کا ایک حصہ مختص کیا جائے، ثالثاً یہ کہ مسلسل اس ایشو کو بین الاقوامی سطح پر اُجاگر کرنے کے لیے ایک نائب وزیر خارجہ کی تقرری ہوجائے جس کا اس مسئلے پر عالمی رائے عامہ ہموار کرنے کے علاوہ کوئی کام نہ ہو۔اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کو تعلیمی نصاب کا بھی حصہ بنایا جائے۔ جماعت اسلامی نے یہ تجویز بھی دی ہے کہ خالص ایک کانفرنس کشمیر کے موضوع پر ہو۔OIC کا اجلاس مظفرآباد میں ہو، تاکہ بھارت کو یہ پیغام جائے کہ پورا عالم اسلام کشمیر کے پشت پر موجود ہے اور عالم اسلام کشمیریوں کے ساتھ ہے۔ جماعت اسلامی نے یہ تجویز بھی دی ہے کہ آزاد کشمیر کے خطے کو ایک بیس کیمپ قرار دیا

جائے اور کشمیریوں کو اپنی بات دنیا تک پہنچانے اور ہر پلیٹ فارم پر کرنے کے لیے کشمیر کی قیادت کو Facilitate کیا جائے چاہیے وہ آزاد کشمیر کے ہوں یا مقبوضہ کشمیر کے۔ بھارت کے ساتھ ہماری خارجہ پالیسی اور تعلقات کا بنیادی معیار کشمیر کے مسئلے پر لوگوں کا ساتھ دینا اور نہ دینا ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں پوری قوم اور حکومت پاکستان کشمیر کے مسئلے کو اتنی اہمیت دے کہ یہ محض ایک مسئلہ ہی نہ رہ جائے بلکہ کشمیریوں کی آزادی یقینی ہوجائے اور جدوجہد آزادی نتیجہ خیز ہوجائے۔

س: جنرل مشرف کے چار نکاتی فارمولے والے ایجنڈے کے خلاف قاضی حسین احمدؒ اور سید منور حسنؒ کی سربراہی میں جماعت نے پوری قوت سے مزاحمت کی۔ لیکن اس کے برعکس باجوہ ڈاکٹرائن، جو کشمیر کو نظرانداز کرنے، ماضی کو بھلانے اور بھارت سے تعلقات آگے بڑھانے کی سوچ کا نام ہے۔ اس شکست خوردہ سوچ اور اقدامات کے خلاف وہ مزاحمت آپ کی قیادت میں نظر نہیں آئی جو مقصود تھی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

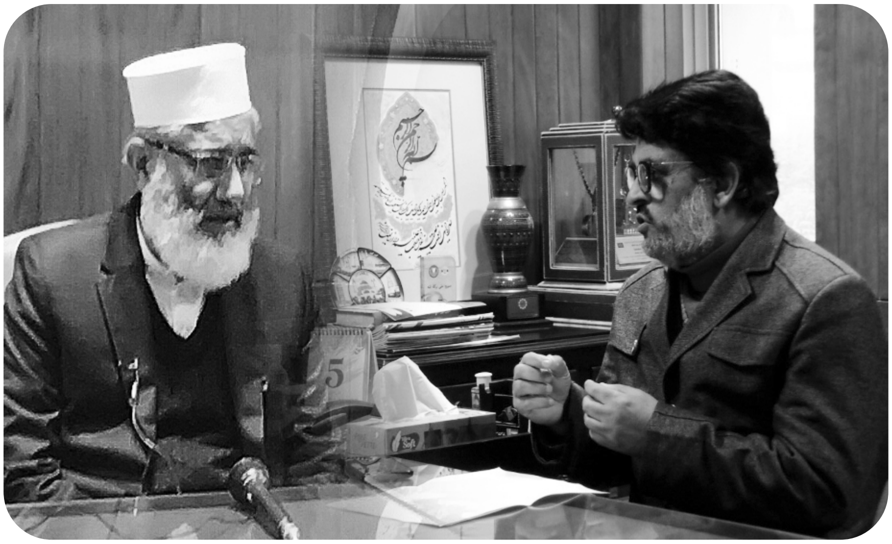

جواب: دیکھئے پرویز مشرف اور اس سے پہلے والی حکومتوں اور اس کے بعد بھی ہماری حکومتوں کے رویوں میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ سیاسی حکومتوں نے بھی انڈیا کے ساتھ تجارت کو ترجیح دی ہے اور جس کو آپ باجوہ ڈاکٹرائن کہتے ہیں، یہ کوئی ڈاکٹرائن نہیں تھا، وہ خوف پر مبنی ایک پالیسی تھی۔ ان کا ذہن شاید یہی تھا کہ ہم انڈیا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ آپ کو کون سا مقابلہ کرنا تھا، مقابلہ تو کشمیری قوم کرتی رہی ہے اور کر رہی ہے۔ ہم کو تو صرف انہیں سپورٹ فراہم کرنا ہے۔ اب نئے آرمی چیف آئے ہیں ان سے تو یہی توقع ہے کہ وہ کشمیریوں کی جدوجہد کو آگے بڑھانے کیلئے ہر وہ کام کریں گے، جو پاکستان کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ اپنی تقرری کے بعد ان کا پہلا دورہ بھی کشمیر کا کر کے انہوں یہ پیغام بھی دیا ہے کہ اب بھی ہمارے اہم ترجیحات میں کشمیر شامل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسئلہ کشمیر کسی جرنیل، آرمی چیف، صدر یا کسی وزیر اعظم کی خواہشات پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ یہ پوری قوم کا اجتماعی ویژن ہے اور اس پر پوری قوم کا ایمان ہے کہ کشمیر کی آزادی کیلئے جدوجہد کرنا ہمارے لئے کوئی آپشن یا چوائس نہیں بلکہ ہر اس پاکستانی کیلئے بقا اور ایمان کا حصہ ہے جو پاکستان کو اسلامی، نظریاتی اور جمہوری ملک سمجھتا ہو۔ جماعت نے ماضی میں بھی اس کیلئے بھرپور جدوجہد کی ہے۔ اور اب بھی کر رہی ہے۔ اسی جدوجہد کے نتیجے میں کشمیر کو بھلانے کی شکست خوردہ سوچ کو آگے بڑھنے کا موقع نہیں مل رہا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی ڈاکٹرائن ہو وہ کاغذوں، کتابوں میں یا فائیلوں میں ہوگا لیکن عملی طور پر کوئی جرنیل ہو یا وزیر اعظم یا صدر ہو، اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ جماعت اسلامی موجود ہے اور یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ پاکستانی قوم کشمیر کے بارے میں بہت زیادہ حساس ہے۔ جماعت اسلامی بطور ایک پولیٹیکل پارٹی کے بھی ہمارا پہلا اور اہم مسئلہ کشمیر کی آزادی ہے اور ہمارے ملک کے عوام کا بھی۔۔۔۔ میرا دیر ضلع سے تعلق ہے۔ 1947 یا اس سے پہلے بھی جتنی بھی جدوجہد اور تحریکیں اس خطے میں اٹھیں، اس میں ہمارے ضلع کا بہت بڑا کردار ہے۔ ہمارے اس پورے قبائلی بیلٹ کے تقریباً ہر خاندان کا کوئی نہ کوئی فرد کشمیر میں شہید ہوا ہے۔ لوئر دیر اور اپر دیر سے 2300 لوگ اس معرکے میں شامل ہوئے اور اکثر شہید ہوئے ہیں۔ ہمارے آباء و اجداد کا خون ادھر گرا ہے، شہداء اس سرزمین میں مدفون ہیں۔ یہ ایک سوال ہے 1947 میں اگر قبائل کے لوگ اور دیر کے لوگ ادھر سے وہاں پہنچ سکتے تھے تو یہ کراچی، لاہور اور گجرات اور پنڈی کے لوگ اس وقت کہاں تھے۔؟ وہ کیوں اس معرکہ آزادی میں شامل نہیں ہوئے۔؟ اسی لئے میں کہہ رہا ہوں کہ پہلے دن سے حکومتوں کا رویہ یہی ہے جو آج بھی ہے

اور یہ وہی پالیسی ہے جو جنرل گریسی نے مرتب کی تھی۔قائد اعظمؒ کے کہنے کے باوجود انہوں نے فوجیں وہاں نہیں بھیجیں۔ ہمارے غلام حکمرانوں کے دیئے ہوئے بیانات اسی سوچ کے عکاس ہیں۔اصل میں یہ تحریک جو ابھی تک زندہ ہے، اسلامی تحریک ہی کی وجہ سے زندہ ہے۔یا ان لوگوں کی وجہ سے جن کے بزرگوں نے کشمیر میں قربانیاں دی ہیں۔اور اب بھی ہماری یہ کمٹمنٹ ہے اور حکومت پر بھی دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کرے۔

سوال: پاکستان کے زیر انتظام جموں وکشمیر، گلگت بلتستان جسے آزاد جموں وکشمیر کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، موجودہ حالات میں اس کا کیا کردار ہونا چاہیئے؟

جواب: ہماری ہمیشہ سے سوچ یہی رہی ہے کہ جو کوئی بھی اس خطے کا وزیر اعظم ہو، اس کو وزیر اعظم جیسی ہی اہمیت دی جائے اور بین الاقوامی سطح پر مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے کے لئے پورے پاکستان کی طرف سے اسے مکمل مینڈیٹ دیا جائے۔اسے صرف آزاد کشمیر کا وزیر اعظم اور نمائندہ نہیں بلکہ مقبوضہ کشمیر اور پورے پاکستان کی طرف سے ترجمان سمجھا جائے۔اس خطے کو آزادی کشمیر کا بیس کیمپ قرار دیا جائے۔۔اس سب کے باوجود مجھے یہ کہنے میں بھی باک نہیں کہ آزاد کشمیر کی سابق وموجودہ حکومتیں بھی وہ اقدامات نہیں کر رہی ہیں جس کی ضرورت تھی یہ لوگ آپس میں بدست وگریبان ہوتے ہیں۔یہ لوگ آزاد خطہ کو کوئی مثالی خطہ نہیں بنا سکے۔اچھی حکمرانی نہیں دے سکے۔لیکن ہماری اپنی کوشش ہے کہ سیاست سے بالاتر ہوکر اور اندرونی اختلافات سے بالاتر ہوکر پوری قوم کشمیر کی آزادی میں جت جائے۔۔۔ان شاء اللہ قربانیاں رائگاں نہیں ہوں گی۔جماعت اسلامی سید علی گیلانیؒ کے اس نعرے کو" ہم پاکستانی ہیں، پاکستان ہمارا ہے" کی دل سے قدر کرتے ہوئے اعلانیہ طور پر اس حقیقت کا برملا اظہار کرتی ہے کہ "ہم کشمیری ہیں۔۔کشمیر ہمارا ہے"۔

سوال: کشمیر الیوم کے قارئین کے نام آپ کا پیغام کیا ہے؟

جواب: ماہنامہ کشمیر الیوم تحریک آزادی کشمیر اور کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان ہے، اس کی وساطت سے میں کشمیری اور پاکستانی قوم کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ عظیم قائد تحریک سید علی گیلانی رحمت اللہ علیہ نے جو نعرہ دیا "ہم پاکستانی ہیں اور پاکستان ہمارا ہے، کو بھولنا نہیں ہے اور میں ایک پاکستانی کی حیثیت سے دل کی گہرائیوں سے جوابی نعرہ دے رہا ہوں کہ "ہم کشمیری ہیں اور کشمیر ہمارا ہے"۔ان شاءاللہ وہ دن ضرور آئیگا جب ریاست جموں وکشمیر بھارتی قبضے سے آزاد ہوکر کھلی اور آزاد فضاؤں میں سانس لے گی۔ان شاءاللہ

☆☆☆

"عشق، جنون اور دیوانگی"

عادل وانی

زندگی بغیر عشق کے عذاب ہے اور اگر آپ کو معشوق ہی میسر نہ ہو تو یہ عذاب آپ کے لئے دردِ سر اور وبالِ جان بن جاتا ہے۔اگر ہم اپنے" نظریئے اور نصب العین" کو اپنا مقصد مانتے ہیں تو اس "مقصد" کو اپنا "معشوق" بنائیں۔جب ہم اپنے "مقصد" سے عشق کرنے لگیں گے تو پھر اگلی منزل ہمارا مقدر ہوگی جسے "جنون اور دیوانگی" کہتے ہیں۔اگر ہم تعلقِ باللہ کی بدولت اس مقامِ خاص کو پالیتے ہیں تو پھر میری اور آپ کی زندگی کے سارے پیمانے اور زاویئے بدل کر رہ جائیں گے۔قلت وکثرت کی بحث اپنی موت آپ مرجائے گی۔وسائل کی کمی کی منطق بھی بے معنی ہوکر رہ جائے گی۔طوالتِ وقت کا شکوہ بھی کہیں نہیں سُنائی دے گا، الزام تراشیوں اور فضول تبصروں سے زبانیں پاک ہونگی اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ کی مدد اور نصرت کا وعدہ پورا ہوگا۔

ہمارا اصل مسئلہ یہی ہے کہ ہمیں اپنے "مقصد" کی غیر معمولی عظمت واہمیت اور حقانیت پر شرح صدر حاصل نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم بے شمار بیماریوں اور خرابیوں میں مبتلا ہوئے ہیں۔آج اس دجالی فتنوں کے دور میں بھی ہم میں سے جن لوگوں کو اپنے "مقصد" کا شعور اور عشق حاصل ہے وہ ہر قربانی پیش کرنے کے لئے بے تاب وبے چین ہیں اور جو لوگ "مقصد" کے بجائے "مادے" کو اپنا قبلہ مانتے اور سمجھتے ہیں وہ چاہے درویشوں، پیروں اور صوفیوں کا حلیہ ہی اختیار کیوں نہ کریں لوگ انہیں اُن کے اعمال وکردار سے خوب جانتے ہیں۔پیٹ پر پتھر بندھے ہوں اور بستر کھجور کی شاخوں کا ہو تو تقریروں کی ضرورت کم پڑتی ہے۔ہمارے زوال کا اصل سبب گفتار وکردار کا نمایاں فرق ہے اور ہمارا "میرٹ" جی حضوری اور اقربا پروری ہے۔جنابِ والا اگر ہم آج اور اب بھی ان خصائلِ رذیلہ سے تائب ہوتے ہیں تو قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں "کامیابی وکامرانی" کو ہم سے کوئی دُور نہیں کرسکتا۔غیر شعوری طور پر ہی سہی مگر حقیقت یہی ہے کہ منزلِ مقصود تک نہ پہنچ پانے میں ہم خود سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔قدرت کا اصول یہی ہے کہ آپ کامیابی کی شرائط کو پورا کریں تو اللہ اپنی مدد ونصرت کا وعدہ پورا فرمائیں گے۔

☆☆☆

ہمارا اصل مسئلہ یہی ہے کہ ہمیں اپنے "مقصد" کی غیر معمولی عظمت واہمیت اور حقانیت پر شرحِ صدر حاصل نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم بے شمار بیماریوں اور خرابیوں میں مبتلا ہوئے ہیں۔آج اس دجالی فتنوں کے دور میں بھی ہم میں سے جن لوگوں کو اپنے "مقصد" کا شعور اور عشق حاصل ہے وہ ہر قربانی پیش کرنے کے لئے بے تاب وبے چین ہیں اور جو لوگ "مقصد" کے بجائے "مادے" کو اپنا قبلہ مانتے اور سمجھتے ہیں وہ چاہے درویشوں، پیروں اور صوفیوں کا حلیہ ہی اختیار کیوں نہ کریں لوگ انہیں اُن کے اعمال وکردار سے خوب جانتے ہیں۔

روداد سفر منصورہ لاہور

حماد شاہین

ایسا یادگار سفر جسے بھولنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔۔
مجھے 3 جنوری 2023 کو کشمیر الیوم کے چیف ایڈیٹر شیخ محمد امین صاحب کی کال موصول ہوئی کہ آپ جلد اسلام آباد پہنچیں، ہمیں جماعت اسلامی کی قیادت اور کچھ دیگر حضرات سے انٹرویوز ریکارڈ کرنے ہیں، یہ انٹرویوز امام سید علی گیلانی شہید اورتحریک آزادی کشمیر سے متعلق ہوں گے۔ قائدین جماعت اسلامی سے قائد تحریک امام سید علی گیلانیؒ اور کشمیر کے متعلق بات چیت ہوگی تو میں نے ایک لمحہ بھی توقف نہ اور اسلام آباد کی طرف محو سفر ہوا۔ رات کشمیر الیوم کے دفتر پر گزاری اور اگلے دن 4 جنوری کو شیخ صاحب، چیف ایڈیٹر کشمیر الیوم کی قیادت میں ہم چند افراد کا ایک گروپ لاہور کے لیے نکلا، جس میں میرے برادر عزیز ڈاکٹر بلال صاحب اور طفیل احمد بھائی بھی شامل تھے۔ پانچ گھنٹے کا طویل سفر طے کرنے کے بعد ہم جماعت اسلامی کے ہیڈ کوارٹر منصورہ لاہور پہنچ گئے۔ جہاں پر ہمارے میزبان محترم میاں شفیق صاحب ہمارے منتظر تھے۔ مہمان خانہ میں ہمارے لیے پہلے سے کمرے کا انتظام کیا گیا تھا۔
تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد مغرب کی نماز کی ادائیگی کے لیے اپنے ذمہ داران کے ہمراہ مسجد کی طرف نکلے۔ راستے میں محو گفتگو تھے کہ ہم نے کسی اہم شخصیت سے انٹرویو کے لئے ٹائم نہیں لیا نہ جانے ان کی مصروفیات کی وجہ سے ہماری ملاقات ہو بھی سکے گی یا نہیں، تاہم شیخ صاحب پرامید تھے انہوں نے تسلی دی کہ ہر لحاظ سے ان شاء اللہ بہتر ہوگا۔ مغرب کی نماز کی ادائیگی میں بڑا روح پرور منظر تھا۔ موذن کی اذان اور امام صاحب کی قرأت نے ایک روح پرور سماں باندھ دیا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد ہم باہر نکلے اور مسجد کے صدر دروازہ کے سامنے رک گئے اتنی دیر میں جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق صاحب مسجد سے باہر تشریف لائے اور براہ راست ہمارے پاس آ گئے، سلام دعا کے بعد شیخ صاحب نے اپنے تمام ساتھیوں کا تعارف کروایا او منصورہ آنے کی وجہ بتائی۔ سراج الحق صاحب کے چہرے کی وہ مسکراہٹ قابل دید تھی جب انہیں تعارف کراتے کراتے یہ پتہ چلا کہ یہ ساتھی مقبوضہ اور آزاد کشمیر کے دونوں خطے سے ایک خاص موضوع پر گفتگو کے سلسلے میں آئے

ہیں۔ انہوں نے بے ساختہ فرمایا کہ "میرے پرسنل سیکرٹری سمیع الحق شیر پاو کو مطلع کریں، وہ اس نشست کیلئے باقاعدہ انتظام کرینگے۔ اس کاز کے لیے میں ہروقت حاضر ہوں۔"
سراج الحق صاحب ہم سے رخصت ہوئے تو کچھ ہی لمحوں میں سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان امیر العظیم صاحب نمودار ہوئے۔ انہوں نے مسجد کے دروازے سے باہر نکلتے ہیں شیخ صاحب کو آواز دی کہ شیخ صاحب۔۔۔ آپ آ ہی گئے۔ شیخ صاحب نے جواب دیا کہ جناب ہم آگئے ہیں، اب آپ تعاون فرمائیں۔ امیر العظیم صاحب شیخ صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے دفتر جماعت کی جانب چل پڑے اور ہم ان دونوں کے ہمراہ سمیع الحق شیر پاو صاحب کے کمرے میں جا پہنچے۔ وہاں امیر العظیم صاحب نے انہیں امیر جماعت کے ساتھ انٹرویو کا وقت مقرر کرنے اور ہرممکنہ تعاون کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد وہ ہم سے رخصت ہوئے اور مسلسل رابطہ رکھنے کی تاکید فرمائی۔ دوسری طرف ہمارے میزبان محترم میاں شفیق صاحب ہمارے منتظر تھے چنانچہ ہم سیدھے انہی کی طرف گئے۔ اپنے ہاتھوں سے تیار کئے سادہ لیکن لذیذ کھانوں سے انہوں نے ہماری خوب پرتکلف تواضع فرمائی۔ عشاء کی نماز کے بعد ہم نے آرام کا فیصلہ کیا۔ ایک تو سفر کی تھکاوٹ بھی تھی اور اگلے دن ہمیں کافی کام بھی کرنا تھا۔
شیخ صاحب کو شیر پاو صاحب کی رات کو کال آئی کہ آپ امیر جماعت اسلامی جناب سراج الحق صاحب کا انٹرویو کل صبح ساڑھے دس بجے لے سکتے ہیں۔ اگلے دن 5 جنوری 2023 کو صبح فجر کی نماز جامع مسجد منصورہ میں ادا کی۔ ناشتے سے فارغ ہوکر ہم سارے لوگ شیخ صاحب کے ہمراہ ضروری ساز و سامان کے ساتھ امیر جماعت کے دفتر پہنچے۔
لائٹنگ اور کیمرہ سیٹنگ کے بعد امیر جماعت کمرے میں داخل ہوئے۔ اس سے پہلے کئی بار امیر جماعت سے ملاقات ہوئی البتہ یہ ملاقات طویل تھی۔ کم از کم ایک گھنٹے پر مشتمل یہ نشست منفرد نوعیت کی تھی اور انتہائی اہم بھی۔ ہم سب خوش تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم ایسی تحریک سے وابستہ ہیں جس کا امیر اپنے کارکنوں کے سروں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکمرانی کرتا ہے۔
بہرحال انٹرویو شروع ہوا۔ چیف ایڈیٹر کشمیر الیوم شیخ محمد امین امیر جماعت اسلامی کا انٹرویو لینے میں مگن ہوگئے اور میں، ڈاکٹر بلال اور طفیل صاحب نے کیمروں پر فوکس کیا۔ شیخ صاحب نے پہلے مرد لا زوال امام گیلانی صاحب کی ڈاکیومینٹری کے لئے چند سوالات پوچھے۔ اس کے بعد تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کا آغاز ہوا۔ واضح رہے کہ امام سید علی گیلانی صاحب کے حوالے سے

ڈاکومینٹری کا حصہ اول پچھلے سال ریلیز ہو چکا تھا اور اب حصہ دوئم کی تکمیل جاری ہے۔

امیر جماعت نے شاندار الفاظ میں امام سید علی گیلانی کو خراج عقیدت پیش کیا اور گیلانی صاحب کی زندگی کے متعلق اس سیر حاصل گفتگو کی۔ تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے پاکستان اور جماعت کے کردار پر شیخ صاحب نے کچھ ذرا سوالات تلخ بھی کئے لیکن امیر محترم نے بہت ہی خندہ پیشانی سے جوابات دیئے اور یہ واضح کیا کہ تحریک آزادی کشمیر کے ساتھ کوئی کھڑا ہو یا نہ ہو ہم آخری دم تک اس تحریک کی کامیابی کیلئے جدوجہد کرتے رہیں گے۔ انٹرویو سے ہٹ کر بھی امیر جماعت سے طویل نشست ہوئی، انٹرویو مکمل کرنے کے بعد ہم امیر جماعت کے دفتر سے نکلے تو مین دروازے پر نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان جناب لیاقت بلوچ صاحب سے ملاقات ہوگئی انہوں نے صرف اتنی بات سنی کہ مہمان کشمیر سے ہیں اور بات سید گیلانیؒ کے حوالے سے کرنا چاہتے ہیں تو ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر حامی بھر لی اور اپنے متعلقہ افراد کو فوراً اپنے آفس میں انتظامات کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ ان کی صدارت میں اس وقت ایک میٹنگ بھی ہونے والی تھی اور میٹنگ کے شرکاء انتظار بھی کر رہے تھے۔ بہر حال امام سید علی گیلانی کے حوالے سے انہوں نے پر مغز گفتگو فرمائی۔ گفتگو کے اختتام پر چیف ایڈیٹر کشمیرالیوم نے لیاقت صاحب کو تجویز دی کہ امام سید علی گیلانی کے نام پر کوئی انسٹیٹیوٹ، لائبریری، یا کوئی ادارہ جماعت کے اہتمام سے ہونا چاہئے جس پر لیاقت بلوچ صاحب نے شیخ صاحب کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ واقعی ایسا ہونا چاہئے۔ اس طرف توجہ کبھی مبذول نہیں ہوئی۔ بہر حال جلد ہی ان شاءاللہ کوئی ادارہ امام سید علی گیلانیؒ کے نام سے منسوب کیا جائیگا۔

لیاقت بلوچ صاحب کے انٹرویو کے بعد ہم ذاتی کام کے لیے باہر نکلے۔ اور پھر مغرب کی نماز کے لیے منصورہ واپس آئے۔ مغرب نماز کی ادائیگی کے بعد ہم نے شعبہ تنظیم جماعت اسلامی کے دفتر جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہاں کے کئی دوستوں کے ساتھ ہمارا رابطہ کرایا گیا تھا ابھی شعبہ تنظیم کے دفتر میں داخل ہی ہوئے تھے کہ اچانک ایک سفید ریش انسان پر نظر پڑی جو چادر اوڑھے ہوئے تھے غور سے دیکھنے پر پتہ چلا کہ یہ محترم حافظ محمد ادریس صاحب ہیں۔ انتہائی ملنسار انسان، کہنے لگے کہ میں ابھی ملتان سے پہنچا ہوں اور گھر بھی نہیں گیا۔ ہم نے اپنی بات اور آمد کی وجہ عرض کی تو فرمایا ضرور۔ ان شاءاللہ کل صبح گیارہ بجے ہماری ملاقات ادارہ معارف اسلامی میں ہوگی۔ ان سے رخصت ہو کر ہم پھر اپنے میزبان محترم شفیق صاحب کے

پاس پہنچ گئے جو ہمارا انتظار فرما رہے تھے۔ دوسرے دن اپنے وقت پر ہم محترم حافظ محمد ادریس صاحب کے دفتر ادارہ معارف اسلامی پہنچ گئے۔ کچھ ہی دیر میں حافظ محمد ادریس صاحب بھی وہاں تشریف لے آئے۔ اس درویش صفت انسان کے چہرے پر ایسی حسین مسکراہٹ تھی دل کرتا تھا کہ دیکھتا ہی رہوں جب شیخ صاحب نے ان کا انٹرویو لینا شروع کیا تو میرا تمام تر فوکس حافظ محمد ادریس صاحب کے چہرے کی طرف رہا۔ بار بار ذہن میں خیال آتا تھا کہ اللہ تعالی نے اس تحریک میں کیسے کیسے ہیرے رکھے ہوئے ہیں، جو اعلائے کلمۃ اللہ اور مخلوق خدا کی فلاح میں ہمہ تن مصروف ہیں، انٹرویو کے دوران شیخ صاحب مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے سوال کرتے رہے، ہم پر اس دوران یہ احساس غالب رہا کہ جیسے یہ حافظ ادریس صاحب سے نہیں بلکہ گفتگو مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے ہو رہی ہے۔

انٹرویو کے اختتام پر حافظ صاحب نے ہم تمام ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ دو دو کتابیں تحفے میں دیں۔ تحفے میں دی جانے والی کتابوں میں "دختر کشمیر" اور "سربکف، سربلند" شامل تھیں یاد رہے کہ حافظ محمد ادریس صاحب متعدد کتب کے مصنف ہیں اور ایک مستند عالم دین ہیں۔ آپ سے الوداع ہو کر ہم واپس شعبہ تنظیم میں آ گئے جہاں ہمیں جنرل سیکرٹری جماعت اسلامی پاکستان محترم امیر العظیم صاحب کا انٹرویو لینا تھا ان کے انٹرویو کے لیے ہمیں کچھ وقت انتظار کرنا پڑا، کیونکہ ان کی کوئی میٹنگ جاری تھی۔ میٹنگ ختم ہوتے ہی امیر العظیم صاحب کا انٹرویو شروع ہوگیا۔ امام سید علی گیلانی کے حوالے سے شیخ صاحب اور امیر العظیم صاحب کے درمیان سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ ہر انٹرویو میں ایک بات گویا قدر مشترک تھی کہ جب امام سید علی گیلانی کا نام آتا تو انٹرویو دینے والے کا سینہ چوڑا ہو جاتا اور وہ بھر پور انداز میں امام سید علی گیلانی کو خراج تحسین پیش کرتا۔ گیلانی صاحب کا نام آتے ہی ایک جوش اور ولولہ پایا جاتا، اسی دوران نماز جمعہ کا وقت ہوگیا اور ہم نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے منصورہ مسجد چلے گئے۔ خطبہ جمعہ حافظ محمد ادریس صاحب نے ارشاد فرمایا۔ حافظ صاحب نے خطبہ جمعہ میں بھی ہماری میڈیا ٹیم کا ذکر کیا کہ میرے پاس کشمیر سے کچھ مہمان آئے ہیں انہوں نے گیلانی صاحب کے حوالے سے اور تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے اپنے خطاب میں بھی ذکر کیا اور کہا کہ ہمیں مایوس نہیں ہونا اور اللہ تعالی کی تائید و نصرت ضرور آئے گی، نماز جمعہ کے بعد شیخ صاحب نے کہا کہ آج ہم لوگ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد پر انوار پر حاضری دیں گے۔ اس مقصد کے لیے ہم تمام ساتھی اچھرہ پہنچے جہاں اس

عظیم تحریک کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔ پہلے ہم نے نماز عصر اچھرہ کی جامع مسجد میں ادا کی۔ وہاں جمعیت طلبہ عربیہ کے امین عام سے ملاقات بھی ہوئی اور ساتھ ہی اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور ناظم اسلامی جمعیت طلبہ خیبر پختونخواہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضری ہوئی۔ وہاں پر رقت آمیز مناظر دیکھنے کو ملے۔ عقیدت و محبت اس قدر کہ شیخ امین صاحب کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ محبت۔۔رب کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہو تو بے مثال ہوتی ہے۔

وہاں سے واپس منصورہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر ایک بار پھر محترم شفیق صاحب کے پاس پہنچ گئے انہوں نے ہماری بھر پور تواضع فرمائی۔ شیخ صاحب کا حکم تھا ہمیں مولانا صلاح الدین حنیف صاحب کا بھی انٹرویو کرنا ہے انتہائی ملنسار شخصیت ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ انتہائی شائستہ گفتگو کے مالک ہیں اور دارالاخواہ کے انچارج ہیں۔ معلوم کرنے پر پتہ

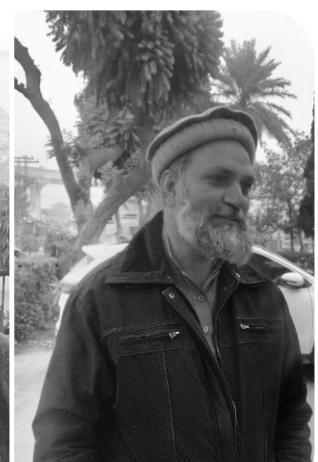

چلا کہ وہ اپنے آفس میں موجود نہیں ہیں۔ فیصلہ کیا گیا کہ اب واپسی کا سفر ہوگا اور ہم اگلی صبح نکلتے وقت ان کی گفتگو ریکارڈ کریں گے۔ صبح نکلنے سے پہلے ان کے آفس میں گئے تو پتہ چلا کہ ابھی وہ کسی کام کے سلسلے میں باہر ہیں۔ ہم باہر نکلے اپنی گاڑی میں سامان رکھنے لگے تو اچانک عبدالاکبر چترالی صاحب پر نظر پڑی جو دارلاخواہ سے نکل رہے تھے۔ شیخ صاحب نے چترالی صاحب سے سلام دعا کی۔ تعارف ہوا اپنے آنے کا

مقصد بیان کیا تو انہوں نے بات چیت کرنے کے لیے حامی بھر لی۔ کیمرہ لگا دیا گیا اور چترالی صاحب نے بھی بھر پور الفاظ میں گیلانی صاحب کو خراج تحسین پیش کیا اور ساتھ ہی یہ عہد دہرایا کہ کشمیر کی آزادی تک ہم کشمیری بھائیوں کے شانہ بشانہ رہیں گے۔ ان کے انٹرویو کے بعد ہم ریکارڈنگ کا سامان لپیٹ رہے تھے کہ اچانک وہ ہنستا مسکراتا چہرہ نمودار ہوا جن کو نہ ملنے کی وجہ سے ہم بوجھل قدموں سے منصورہ سے نکل رہے تھے۔ مولانا صلاح الدین حنیف صاحب۔۔۔ جی ہاں مرد مجاہد مولانا حنیف صاحب۔ انہوں نے امام سید علی گیلانی اور تحریک آزادی کے حوالے سے جاندار اور شاندار گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد ہم نے ان سے اجازت لی اور منصورہ کو الوداع کہتے ہوئے اردو بازار کی طرف روانہ ہوئے، جہاں ہمیں ادارہ ترجمان القرآن کے دفتر جانا تھا، جہاں پر ہماری آخری ملاقات مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند خالد فاروق مودودی صاحب سے طے تھی۔ خالد فاروق مودودی صاحب اور شیخ صاحب کے درمیان کم از کم تیس منٹ گفتگو جاری رہی۔ خالد مودودی صاحب کا کہنا تھا کہ گیلانی صاحب آخری سانس تک اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ سید مودودیؒ کے روحانی فرزند تھے۔ میں نے وہ ویڈیو دیکھی ہے جس میں گیلانی صاحب کشمیری نوجوانوں سے عہد لے رہے ہیں کہ آپ لوگ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تفہیم القرآن ضرور پڑھیں گے۔ اس دورے کا یہ آخری انٹرویو تھا اس کے بعد ہم واپس اسلام آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ ہم لوگ جماعت اسلامی کی قیادت یا کارکنان سے بخوبی واقف تھے لیکن کافی وقت کے بعد جماعت اسلامی کی قیادت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اس لیے سارا راستہ جماعت کی قیادت اور دعوت کے موضوع بحث ہوتی رہی ان حضرات سے مل کر ہمارے ایمان کو تقویت ملی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی تحریک سے جوڑا ہے جو لسانی، قومی اور مسلکی تعصّبات سے بالاتر ہے جس کا امیر آپ کو محلوں میں نہیں بلکہ مسجد کی پہلی صف میں ملے گا۔۔۔ میں نے اب تک کی زندگی میں کئی سفر کیے۔ کئی طویل اور کئی مختصر۔ لیکن یہ سفر اب تک میرا بہت ہی یادگار سفر تھا۔ الحمدللہ

☆☆☆

شہید محمد افضل گورو

بلال کشمیری

ایک رپورٹ کے مطابق 9 فروری 2013ء کو آٹھ بجے جب جیل انتظامیہ نے پھانسی کی اطلاع دی تو محمد افضل گورو بہت مطمئن پرسکون تھے انہوں نے اپنی اہلیہ کے نام خط لکھا۔اس سے قبل وہ فجر کی نماز اور قرآن مجید کے کچھ اوراق کی تلاوت کر چکے تھے جیل میں ہی ان کا جنازہ پڑھا گیا اور انہیں دفنا دیا گیا،اس ساری مہم کو۔" آپریشن تھری سٹار" کا نام دیا گیا تھا سیکولرازم کے بھارتی برانڈ میں یہ ریاستی اداروں کے ہاتھوں نہ ہی پہلا قتل ہے اور جب تک سیکولرازم کے اقتدار کی بھیانک رات جاری رہے گی، نہ یہ آخری قتل ہے،اس وقت ملک بھارت انسانوں کا قتل گاہ بنا ہوا ہے کہیں ریاست اور بھارتی حکومت کے ہاتھوں انسان اور انسانیت تہہ تیغ ہورہی ہے تو کہیں برہمن کے تعصب کا آسیب نہ صرف دیگر ہندوؤں کو بلکہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو بھی نگلے یعنی نگلتا جارہا ہے اور رہی سہی کسر انتہا پسند تنظیموں نے پوری کر رکھی ہے، جو پوری سرکاری سرپرستی میں انسانوں کی بستیوں کی بستیاں نذر آتش کرنے کو عین مذہبی فریضہ گردانتے ہیں۔ بھارت میں کھلم کھلا جنگل کا قانون ہے لیکن شہداء کے قافلے میں روز افزوں ہونے والا اضافہ بالآخر اس خطے کی تقدیر بدلنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بہت جلد شہیدوں کا لہو رنگ لائے گا اور آسمانوں تک پہنچنے والی انسانیت کی چیخیں عرشِ خداوندی کو جھنجھوڑ دیں گی اور جموں وکشمیر سمیت یہ خطہ سرزمین برصغیر اس انتہا پسند مودی کی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کے خونین چنگل سے ضرور آزاد ہوگا۔ بھارت نے وادی کشمیر کے دو سپوتوں کو پھانسی دے کر دہلی کے بدنام زمانہ تہاڑ جیل کے نامعلوم احاطے میں دفن کر کے اپنی تباہی کا سامان کر دیا، بھارت کیا سمجھتا ہے کہ کشمیری بھارت کے یہ اور اس طرح کے بے شمار جرائم بھول جائیں گے ایسا ہو نہیں سکتا، نہ کشمیری بھارتی جرائم کو بھولے ہیں اور نہ بھول سکتے ہیں اس لیے کہ یہ جرائم اس قدر کشمیریوں کے دل و دماغ میں ثبت ہیں کہ یہ بھولنے سے بھی بھلانے نہیں جا سکتے، کشمیریوں نے آج تک لاکھوں شہداء کی قربانیاں پیش کی ہیں اور یہ قربانیاں مسلسل پیش کی جارہی ہیں ان میں ایک تسلسل ہے، یہ تسلسل اسی وقت ختم ہوگا جب بھارت کا جبری اور غاصبانہ قبضہ مقبوضہ جموں وکشمیر سے ختم ہوتا ہے، جب تک بھارت کا جبری اور غاصبانہ قبضہ یہاں پر موجود ہے کشمیری اپنی تحریک کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ کشمیریوں کی شہادتیں اس بات کا برملا اور بہت بڑا ثبوت ہے کہ کشمیری اپنی تحریک آزادی کو جان سے بھی پیاری

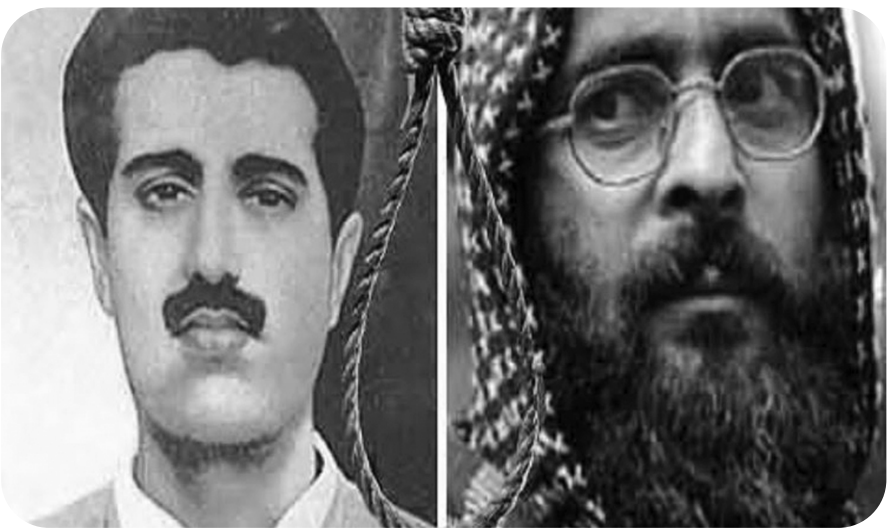

سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک کشمیری سپوت کی شہادت پر درجنوں کشمیری نوجوان جہادی صف میں شامل ہونے کے لئے تیار ہیں ۔ بھارت کے لئے اس میں یہی سبق ہے کہ وہ کشمیریوں کو اپنا جائز بنیادی اور پیدائشی حق، حق خودارادیت وا گزار کرے تا کہ بھارت کی ساکھ بھی کسی حد تک بچ سکے، ورنہ بھارت کا جو حشر ہونے والا ہے اس سے کوئی ذی ہوش ہی نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔

نئی دہلی کی بدنام زمانہ تہاڑ جیل میں یقیناً ایک نہیں کئی پھانسی گھاٹ ہونگے جن کی خونریز درودیواروں نے برسہا برس سے اب تک نئی دہلی سے آزادی کی مانگ کو یقینی بنانے کے لئے کئی جواں مرد، ہمت واستقامت سے سرشار جانثار متوالوں کو دیوانہ وار ہنستے ہوئے موت سے بغل گیر ہونے کے لئے تختہ دار پر چل کر خود آتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ جن کی بے مثال اور مردانہ وار بے خوفی کی طاقت وہمت اور ہیبت نے موت کو ''موت'' سمجھنے کو انگشت بدنداں، حیران اور شکست خوردگی کی شرمناکی میں اپنے ہاتھ ملتے چھوڑ کر اپنی قوتوں کو یکجا اور مجتمع کیا اور موت کو ''موت کے اندھیروں'' کی کھائیوں میں اتارا پھینکا ہوگا ۔ایسے کس کس جرأت وہمت کے پیکروں کا یہاں پر تذکرہ کیا جائے۔ نئی دہلی کی بدنام زمانہ تہاڑ جیل کے پھانسی گھاٹوں کے تختہ دار نے سے ان کے قیام سے اب تک نجانے کتنی مرتبہ خود کو شرمندہ ہونا پڑا۔تہاڑ جیل نئی دہلی کی شرمندگیوں کی غم واندوہ اور غم وغصہ کی یہ بڑی طویل داستان ہے سات برس بیت جانے کے بعد آج بھی بھارتی سپریم کورٹ کے مردہ ضمیر پر ایک بہت بھاری پتھر کی مانند شہید افضل گورو اور شہید مقبول بٹ کا قرض باقی ہے۔

9 فروری کو شہید محمد افضل گورو کی ساتویں برسی نہایت ہی عقیدت واحترام کے جذبوں سے دنیا بھر کے کشمیری اور پاکستانی عوام منائیں گے چند روز پیشتر بھارت کی ممتاز اور عالمی شہرت یافتہ بالی وڈ کی اداکارہ اور ممتاز سماجی کارکن سونی رازدان نے شہید افضل گورو کی پھانسی کی تفتیش کا مطالبہ کیا ہے سونی رازدان نے بھارتی پارلیمان پر حملہ کے قصور وار محمد افضل گورو کی پھانسی کے معاملہ کی انکوائری کا مطالبہ ایسے وقت میں کیا جب بھارت میں سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے طوفان کا رخ نئی دہلی اسٹیبلیشمنٹ کی انسانیت کش اُن سفاک پالیسیوں کی طرف تقریباً مڑ چکا ہے جن میں بھارت کی تمام اقلیتوں اور خاص کر مقبوضہ وادی کے مظلوم کشمیریوں کو ہر صورت میں

انصاف فراہم کرنے کی بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔ اب بالی وڈ کی ممتاز اداکارہ سونی رازدان نے شہید محمد افضل گورو کی پھانسی کو انصاف کے قتل سے تعبیر کرتے ہوئے ان کی پھانسی کو'انصاف کا مذاق' قرار دیتے ہوئے اپنی تازہ ٹویٹ میں یہ کہا ہے کہ شہید افضل گورو کو ''قربانی کا بکرا'' بنایا گیا، تھا، یاد رہے کہ ہدایت کار مہیش بھٹ کی اہلیہ اور اداکارہ عالیہ بھٹ کی والدہ سونی رازدان نے افضل گورو کو پھانسی دئے جانے کے حوالے سے جو ٹویٹ کیا تو اُس کے بعد سوشل میڈیا سے لے کر بھارتی سیاسی حلقوں میں زوردار بحث چھڑ گئی ہے ۔ باشعور بھارتی طبقات میں وقت کے ساتھ ساتھ حقیقت پسندی کا عنصر نمایاں ہونے لگا ہے۔

بھارتی اعتدال پسند تسلیم کرنے لگے ہیں کہ ''اس بات کی جانچ ہونی چاہیے کہ محمد افضل گورو جیسے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو دہشت گردانہ سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے الزام میں گرفتار کرنے کے بعد کس طرح اذیتیں دی جاتی رہیں اور اُنہیں مجبور کیا جاتا رہا کہ وہ نئی دہلی کی پارلیمنٹ پر حملے میں ملوث ہونے کا اقرار کرلیں''۔ یہ ایک اتفاق ہے یا پھر جان بوجھ کر یہ معاملہ مکس کیا گیا ہے کہ سونی رازدان کا یہ ٹوئٹ جموں و کشمیر کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس دیوندر سنگھ کی گیارہ جنوری کو ہوئی گرفتاری کے حوالے سے سامنے آیا، قارئین کو یاد ہوگا کہ دیوندر سنگھ کو مبینہ طور پر دو کشمیری عسکریت پسندوں کے ساتھ ایک کار پر سفر کرنے کے الزام میں گرفتار کیا جا چکا ہے۔ شہید محمد افضل گورو کو نئی دہلی پارلیمنٹ کے مبینہ مشکوک حملہ میں ملوث ظاہر کرنے کے لئے کیسے کیسے جھوٹے ،لغو اور من گھڑت مفروضے ''را'' اور ''آئی بی'' نے گھڑے تھے بقول ان مفروضوں کے ''افضل گورو نے تہاڑ جیل سے اپنے وکیل کو بھیجے گئے ایک حلف نامہ میں دیویندر سنگھ کا حوالہ دے کر لکھا تھا کہ اس نے اذیتیں دے کر مجبور کیا تھا کہ وہ محمد نامی ایک شخص کو سری نگر سے دہلی لے جا کر اس کے رہنے کا مناسب انتظام کرے؟ یہ محمد نامی شخص بھارتی پارلیمان پر 13 دسمبر سن 2001 کو کیے گئے حملے میں مارا گیا تھا جبکہ محمد افضل گورو تو واردات کے مقام پر موجود ہی نہیں تھے۔

شہید محمد افضل گورو کی عظیم شہادت کے جذبے کو اہلیان پاکستان اور مقبوضہ کشمیر کے لاکھوں مسلمانوں کا سلام عقیدت یہ جانتے ہوئے کہ ''شہادت وطن کی آزادی کے لئے جذبہ شہادت ہم اپنے ایمان وایقان کے عقیدت اور سربلندی کے اعلیٰ درجے کے ہم عصر سمجھتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صرف عظیم اقوام کے عظیم افراد ہی قربانی اور خلوص کے والہانہ جذبوں سے ہمکنار سرشار رہتے ہیں۔ مقبوضہ وادی کی بھارتی فوج کے غاصبانہ قبضہ سے آزادی کا تصور ہمیں ہر قسم کی قربانیاں دینے پر ہمہ وقت آمادہ رکھتا ہے۔ بحیثیت پاکستانی قوم ہر لحہ ہم اپنے آپ کو کشمیری بھائیوں کے ساتھ اُن کی سیاسی، معاشی، ملی وثقافتی آزادی کی تکمیل کے لئے اُن کے ہم قدم سمجھتے ہیں۔ شہید محمد افضل گورو کے یوم شہادت کے موقع پر ہم نہیں بھولے 30 مارچ 1990 کو جب اشفاق مجید وانی نے کشمیر کی آزادی پر اپنی قیمتی جان نچھاور کی تھی، ہم فراموش نہیں کر پائے یکم اپریل 1993 کے اس سیاہ دن کو جب ڈاکٹر عبدالاحد گورو کو بھارتی فورسز نے مذاکرات کا چکمہ دے کر اغوا کیا پھر بہیمانہ تشدد کر کے اُنہیں شہید کر دیا، مقبوضہ وادی میں انسانی حقوق کے ممتاز کارکن جلیل احمد اندرابی کو پاکستانی اور کشمیری کبھی نہیں بھلا سکتے جنہیں 27 مارچ 1996ء کو شہید کیا گیا تھا، مئی کی اکیس تاریخ ہمارے سینوں پر خنجر کی مانند کھبی ہوئی ہے مئی کی 21 کیس تاریخ 1990 میر واعظ فاروق شہید کا یوم شہادت ہے جو بھارتی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے عین ایسے ہی 21 مئی 2002 عبدالغنی لون کی شہادت ہمیں خوب از بر ہے، 8 جولائی تو تاریخ کشمیر کی آزادی میں نیا خون شامل ہونے والی عظیم تاریخ ہے 8 جولائی برہان وانی کے یوم شہادت نے کشمیر کی آزادی میں شہادتوں کی نئی تاریخ رقم کی ہم نہیں بھلا سکتے یہ ہیں وہ شہدائے کشمیر جنہوں نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اپنی مادر وطن کی آزادی کے عظیم مقدس فرائض کی تکمیل، اپنے مجبور ستم رسیدہ مظلوموں کی حمایت، اپنے بنیادی حق کے دفاع کے تحفظ میں اپنا خون اور جانیں نثار کر دیں جس کی بنیاد ہمارے آباو اجداد نے عطا، فدیہ، تعلق، وفاداری اور ملی اقدار پر رکھی تھیں "وطن کے شہدا کی سیرت اور کردار ہمارے ضمیروں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مشعل راہ بن کر قائم رہے گا''۔

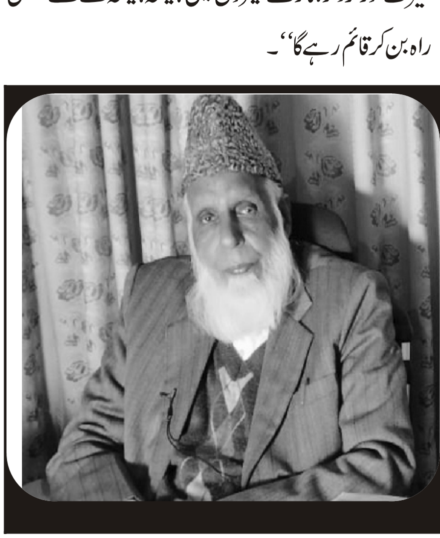

قارئین کرام متوجہ ہوجائیں!!!

جماعت اسلامی پاکستان کے ممتاز رہنما، دانشور، عالم دین، مصنف، محقق، کالم نگار جناب حافظ محمد ادریس دامت برکاتہم کا خصوصی انٹرویو ان شاء اللہ مارچ کے شمارے میں شائع کیا جائیگا

عالمی اُفق سے سرکتا کشمیر

محمد احسان مہر

لندن کی کمپنی "Henley Global" کی (بی بی سی) میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کمپنی دنیا بھر میں رہائش اور شہریت کے حوالے سے اک پہچان رکھتی ہے، اس رپورٹ کے مطابق پاکستانی پاسپورٹ کو دنیا کا چوتھا بد ترین پاسپورٹ قرار دیا گیا ہے۔ بدترین پاسپورٹ کی رینکنگ میں پاکستان سے نیچے صرف تین ممالک ہیں، جن میں شام، عراق اور افغانستان شامل ہیں، جبکہ یہ تینوں ممالک امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے حملے کا شکار ہوئے، دلچسپ اور انوکھی بات یہ ہے کہ پاکستان امریکہ کا اتحادی ہونے کے باوجود انہیں ممالک جیسی صورتحال کا سامنا کر رہا ہے۔ رپورٹ کے دور رس اثرات اور نتائج کو دیکھتے ہوئے میرے جیسا عام پاکستانی شہری بھی، جس کو اپنے ملک، ریاست اور کشمیر سے بے پناہ محبت ہے، پاؤں کے نیچے زمین نکلتی محسوس کر رہا ہے، اور یہ ایک فطری بات ہے۔ پاکستانی قوم 75 سال سے " کشمیر پاکستان کی شہہ رگ ہے" کا راگ سن رہی ہے اور کشمیری ایک طویل عرصے سے پاکستان کی اخلاقی، سیاسی اور سفارتی حمایت کا انتظار کر رہے ہیں، بیرونی دنیا میں ہم جس جانفشانی سے اپنے ملک وقوم اور اس کے مفادات کے لیے سفارتی خدمات انجام دے رہے ہیں'henley global" کی رپورٹ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مسئلہ کشمیر کا اہم فریق پاکستان کی، 5اگست2019 کے یک طرفہ بھارتی اقدام کے بعد پر اسرار خاموشی اور سرخ لکیر کو مستقل سرحد بنانے کی باتیں کشمیریوں کے ساتھ ساتھ پاکستانیوں کے دل میں بھی شکوک وشبہات پیدا کر رہی ہیں ،کشمیری پاکستان کے دفاع کی جنگ لڑ رہے ہیں اور ہم انہیں کیا صلہ دے رہے ہیں، پاکستانی قوم نے اپنا پیٹ کاٹ کر اپنی شہہ رگ کے حصول کے لیے پاکستان کو ہر لحاظ سے مضبوط کیا اور اب اس مسئلہ کشمیر کو خفیہ ملاقاتوں اور دوطرفہ معاہدوں کی بازگشت سے (مبینہ طور پر) دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے، آج نت نئی تاویلات پیش کی جا رہی ہیں، عالمی حالات کا تقاضا، معیشت کا رونا، سیاسی عدم استحکام کا بہانہ۔ یہ معاملات تو صاحب اقتدار اور صاحب اختیار نے دیکھنے ہوتے ہیں عوام تو مسلسل قربانیاں دے رہی ہے جس کا ثمر دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا۔

یاد رکھیں: عوامی غیض وغضب کے سامنے یہ سب کچھ بہہ جائے گا، پاکستان کے دفاع اور کشمیر کے حصول کے لیے متعلقہ اسباب کو حاصل کرنے میں پاکستانی قوم نے ذرا برابر بھی کوتاہی نہیں کی اور ہر قسم کی بھوک وننگ کو صبر اور خوشدلی سے برداشت کیا ،کشمیریوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوم بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ اقوام متحدہ کے فورم پر موجود بین الاقوامی مسئلہ کشمیر کو کشمیریوں کا نمائندہ شامل کیے بغیر بات چیت سے اسے دوطرفہ مسئلہ بنانے سے گریز کیا جائے، اور کوئی بھی ایسا اقدام اٹھانے سے گریز کیا جائے جس سے مسئلہ کشمیر عالمی اُفق سے سرکتا محسوس ہو، مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کی ریاستی دہشت گردی، گھر گھر تلاشی ،چھاپوں اور سرچ آپریشن کے دوران جان بوجھ کر فائرنگ سے کشمیریوں کو شہید کرنا اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کا بھارتی منصوبہ ہے جسے سفارتی سطح پر اٹھانے کی اشد ضرورت ہے ،لیکن افسوس؛ مسئلہ کشمیر کو سفارتی محاذ پر وہ پذیرائی کبھی حاصل نہ ہوسکی جس کا وہ " شہہ رگ" ہونے کی حیثیت سے حق دار ہے، اسی تناظر میں اگر (ہینلے گلوبل) کی رپورٹ کا جائزہ لیا جائے تو دنیا بھر کے تقریبا256 ممالک کی فہرست میں سے صرف32 ممالک ایسے ہیں جن میں پاکستانی پاسپورٹ کے حامل افراد (مخصوص شرائط) کے ساتھ بغیر پیشگی ویزہ سفر کر سکتے ہیں، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سفارتی محاذ پر ہم کیا گل کھلا رہے ہیں، اور قوم کا سرمایہ کن سرگرمیوں کے لیے اڑایا جا رہا ہے، اس سے پہلے کہ اغیار کی سازشوں اور اپنوں کی نادانیوں سے مسئلہ کشمیر عالمی اُفق سے علاقائی تنازعہ کی شکل اختیار کر لے بھرپور سفارت کاری سے اقوام متحدہ، انسانی حقوق کے عالمی اداروں اور عالمی برادری کے ضمیر کو جگانے کی ضرورت ہے۔ مسئلہ کشمیر کے منصفانہ، پرامن اور پائیدار حل کے بغیر علاقائی ترقی وخوشحالی کا خواب دیکھنا احمقوں کی جنت میں رہنے کے مترادف ہے۔

> پاکستان کے دفاع اور کشمیر کے حصول کے لیے متعلقہ اسباب کو حاصل کرنے میں پاکستانی قوم نے ذرا برابر بھی کوتاہی نہیں کی اور ہر قسم کی بھوک وننگ کو صبر اور خوشدلی سے برداشت کیا، کشمیریوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوم بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ اقوام متحدہ کے فورم پر موجود بین الاقوامی مسئلہ کشمیر کو کشمیریوں کا نمائندہ شامل کیے بغیر بات چیت سے اسے دوطرفہ مسئلہ بنانے سے گریز کیا جائے، اور کوئی بھی ایسا اقدام اٹھانے سے گریز کیا جائے جس سے مسئلہ کشمیر عالمی اُفق سے سرکتا محسوس ہو

نہ سمجھو ہم نے بھلا دیا!!!

شہید مقبول بٹؒ نے نصف صدی کی عمر پائی

بچپن آزادی کشمیر کے خواب دیکھتے گذارااور جوانی آزادی کشمیر کی عملی جدو جہد میں گزاردی

11 فروری 1984 کو تہاڑ جیل میں پھانسی دے دی گئی

سفا کی اور درندگی کا مزید مظاہرہ ہندوستانی حکومت نے یہ کیا کہ ان کی میت بھی ورثاء کو آخری رسوم کی ادائیگی کے لیے نہ دی گئی

افضل گورو بڑے حساس ذہن کا مالک نوجوان تھا۔شعور کی آنکھ کھلی تو وادی کشمیر کو غلامی کے پر آشوب ماحول میں پایا

محمد افضل گورو بارہ مولہ کے قصبے سوپور کے قریبی گاؤں دوآب گاہ میں جون 1969 میں پیدا ہوئے

شہزاد منیر احمد

شہدائے کشمیر کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر چکی ہے۔ ہر شہید نے، کیا عورت کیا مرد کیا بچے کیا جوان اور بوڑھے انہوں نے اپنی ریاست کی تحریم و آزادی کی خاطر ایک غیور شہری کی طرح شہادت کو گلے لگایا ہے۔انا للہ وان الیہ راجعون

غیرت بڑی چیز ہے جہان تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سر دارا

جنگ آزادی لڑنے والے کشمیریوں اور ظالمانہ جبر وستم کا شکار شہید کی قربانی بے بدل عطیہ رہی ہے۔ وہ مجاہدین جنہوں نے اپنے وطن کی آزادی (کشمیر) کے جذبے کو اپنے فکر وعمل سے نکھارا۔تن من دھن آزادی کے لیے وقف کر دیا اور جدو جہد کو بھی برقرار رکھا اور اپنے جہادی سفر ہی میں زندگی قربان کر گئے۔ان کا ذکر کرنا انہیں خراجِ تحسین پیش کرنا میں خود پہ لازمی سمجھتا ہوں۔ اللہ الرحمٰن ان شہداء کی قربانیوں کو قبول و منظور فرمائے آمین۔

مقبول بٹؒ نے نصف صدی کی عمر پائی (18 فروری 1934 سے 11 فروری 1984)۔ اپنا بچپن آزادی کشمیر کے خواب دیکھتے گذارا اور جوانی آزادی کشمیر کی عملی جدو جہد میں گزار دی۔منزل کی تلاش کے سفر ہی میں ایک دن، اپنی طلب اور خواب لے کر اللہ کے حضور پہنچ کر ہمیں پیغام دے گئے،:۔

"صلہ شہید کیا ہے، تب وتاب جاودانہ"

مقبول بٹؒ ریاست کشمیر کے ضلع کپواڑہ کے ایک گاؤں ترہگام میں 18 فروری 1934 کو پیدا ہوئے۔ان کے والد عبدلقادر بٹ ایک زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔مقبول ابھی گیارہ سال ہی کے تھے کہ ان کی والدہ فوت ہوگئیں۔شفقت مادری سے محرومی کے اثرات سے مقبول بٹؒ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ان کے والد صاحب نے پھران کی خالہ جس نے پھران کے حوالے سے حقیقی اماں جیسا کردار ادا کیا کے ساتھ شادی کی۔مقبول بٹ نے ابتدائی تعلیم مقامی سکول میں مکمل کی اور پھر بارہ مولہ میں سینٹ جوزف اسکول اور کالج سے بی اے کیا۔کالج میں کشمیری طلبا کی سرگرمیوں میں شامل رہتے۔انہیں کشمیری لیڈر شیخ عبداللہ اور مرزا افضل بیگ کی رفاقتیں بھی میسر رہیں۔

1958 میں مقبول بٹؒ کو بوجوہ پاکستان ہجرت کرنا پڑی۔وہ پشاور آگئے اور یونیورسٹی میں اردو لٹریچر میں ماسٹرز کرنے کے لیے داخلہ لے لیا۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ وہ اخبار "انجام" میں بھی کام کرتے رہے۔ انہوں نے کشمیری مہاجرین کی پاکستان میں سیٹ پر انتخاب بھی لڑا۔مقبول بٹؒ نے نہ تو اپنی معصوم عمر کی معصومیت Enjoy کی اور نہ شباب کے رنگ روپ دیکھے۔ان کے دل میں آزادی کی دھن تھی جو انہیں کبھی مقبوضہ کشمیر کے پہاڑوں کی چٹانوں پر اور کبھی میدانوں میں دشمن افواج کے کیمپوں میں ان کی گردنوں تک لے جاتی تو کبھی ان کے اسلحہ اور بارود خانوں پر شب خون مارنے کے لیے فضا میں اڑائے لیئے پھرتی۔

1958 میں مقبول بٹؒ کو بوجوہ پاکستان ہجرت کرنا پڑی۔ وہ پشاور آگئے اور یونیورسٹی میں اردو لٹریچر میں ماسٹرز کرنے کے لیے داخلہ لے لیا۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ وہ اخبار "انجام" میں بھی کام کرتے رہے۔انہوں نے کشمیری مہاجرین کی پاکستان میں سیٹ پر انتخاب بھی لڑا۔ مقبول بٹؒ نے نہ تو اپنی معصوم عمر کی معصومیت Enjoy کی اور نہ شباب کے رنگ روپ دیکھے۔ان کے دل میں آزادی کی دھن تھی جو انہیں کبھی مقبوضہ کشمیر کے پہاڑوں کی چٹانوں پر اور کبھی میدانوں میں دشمن افواج کے کیمپوں میں ان کی گردنوں تک لے جاتی تو کبھی ان کے اسلحہ اور بارود خانوں پر شب خون مارنے کے لیے فضا میں اڑائے لیئے پھرتی

مقبول بٹ نے آزادی کشمیر کی تنظیم NLF نیشنل لیبریشن فرنٹ کی بنیاد رکھی اور انتہائی جانفشانی اور دل جمعی سے کام کیا۔ نئے نئے لوگوں کو NLF کا رکن بنایا ان کی گوریلا ٹریننگ کا بندوست کیا، فنڈز اکٹھے کئے۔ اور انہیں تربیت دے کر ان کے ساتھ شامل ہو کر وادی کشمیر میں کئے کامیاب آپریشن کر کے وہاں پر قابض فوجوں اور قوتوں کا ناک میں دم کر کے رکھا۔

مقبول بٹ ایک شب خون آپریشن کے دوران پکڑے گئے، انہیں گرفتار کر کے ان پر مقدمہ درج کیا اور انہیں جیل میں بند کر دیا گیا، ان کی عدم موجودگی میں جنگ آزادی کی کوششوں اور

جنگ آزادی لڑنے والے کشمیریوں اور ظالمانہ جبر وستم کا شکار شہید کی قربانی بے بدل عطیہ رہی ہے۔ وہ مجاہدین جنہوں نے اپنے وطن کی آزادی (کشمیر) کے جذبے کو اپنے فکر وعمل سے نکھارا۔ تن من دھن آزادی کے لیے وقف کر دیا اور جدو جہد کو بھی برقرار رکھا اور اپنے جہادی سفر ہی میں زندگی قربان کر گئے۔ ان کا ذکر کرنا انہیں خراجِ تحسین پیش کرنا میں خود پہ لازمی سمجھتا ہوں۔ اللہ الرحمٰن ان شہداء کی قربانیوں کو قبول ومنظور فرمائے آمین

میدانی کارکردگی میں کمی آجانا فطری تھا۔ جیل کی صعوبتیں جھیلیں مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور1968 میں پھر جیل سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوکر آزاد جموں وکشمیر (پاکستان) آ گئے۔ واپس آکر اپنی جدو جہد کی کڑیاں جوڑنا شروع ہو گئے۔

1969 میں دو کشمیری نوجوان، اشرف قریشی اور ہاشم قریشی نے پشاور میں آکر مقبول بٹ سے ملاقات کی۔ جنہیں ہندوستانی جہاز اغوا کرنے کی تربیت یافتہ ہوابازوں سے ٹریننگ دلوائی گئی، پھر سب کچھ پڑھا سکھلا کر مقبوضہ کشمیر بھیجوایا گیا، جنہوں نے1971 کے آغاز میں کامیاب آپریشن کر کے ہندوستان کا ایک چھوٹا طیارہ "گنگا" اغوا کر لیا لاہور لا اتارا۔ اغوا کنندگان کے مطالبات پورے نہ ہونے پر وہ جہاز جلا دیا گیا۔ ہاشم قریشی اور اشرف قریشی کے ساتھ مقبول بٹ اور بہت سارے لوگ گرفتار کیے گئے۔ انہیں سزائیں ہوئیں کچھ کو معافی بھی مل گئی۔

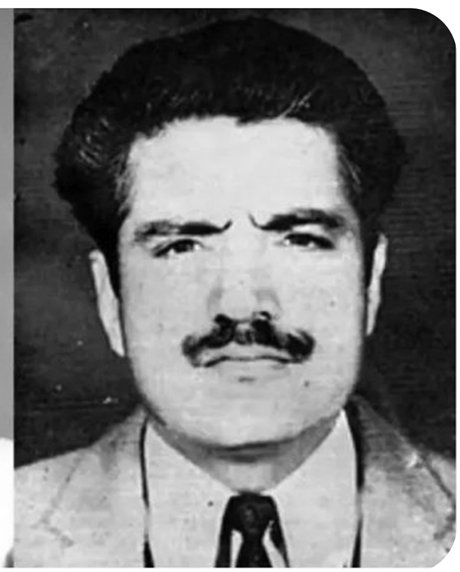

1976 میں مقبول بٹؒ دوبارہ کشمیر میں گئے۔ لنگیٹ ہندوارہ میں گرفتار ہوئے۔1984 میں NLF کے کارکنوں نے برنگھم میں ہندوستانی سفارت کار رواندرا مہاترے کو اغوا کر لیا، جس کے بدلے مقبول بٹ کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا جو نہ مانا گیا۔ اغوا کے دو دن بعد اس سفارت کار کو قتل کر دیا گیا تھا۔ مقبول بٹ کی پہلی سزائے موت بھی ابھی تک بحال تھی اور وہ جیل ہی میں تھے۔ اندرا حکومت نے انہیں جلدی سے دکھاوے کی عدالتی کاروائی کی اور انہیں 11 فروری 1984 کو تہاڑ جیل میں پھانسی دے دی گئی۔ سفاکی اور درندگی کا مزید مظاہرہ ہندوستانی حکومت نے یہ کیا کہ ان کی میت بھی ورثاء کو آخری رسوم کی ادائیگی کے لیے نہ دی گئی، اور تہاڑ جیل ہی میں دفن کر دیا گیا۔ دنیا بھر میں مقبول بٹ کی سزا کو عدالتی قتل کہا گیا۔ کشمیر، ہندوستان۔ اور پاکستان میں احتجاجی مظاہرے ہفتوں ہوتے رہے مگر مظلوم کشمیریوں کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کے طفیل کشمیری قوم کو ظالم کے چنگل سے آزادی عطا فرمائے اور شہید کے درجات بلند فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

ہندوستان کی چیرہ دستیوں، ظالمانہ سلوک اور سفاکانہ کارروائیوں کا شکار ہونے والے کشمیری شہداء میں ایک اور نمایاں فرزند جمند محمد افضل گورو شہید ہیں جو بھرپور جوانی میں رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حریت پسند محمد افضل گورو بارہ مولہ کے قصبے سوپور کے قریبی گاؤں دو آب گاہ میں جون1969 میں پیدا ہوئے، ان کے والد حبیب اللہ لکڑی کی تجارت اور ٹرانسپورٹ کرنے کا کام کرتے تھے۔ محمد افضل گورو چھوٹی عمر ہی میں اپنے والد حبیب اللہ کے سایہ پدری اور دیگر شفقتوں سے محروم ہو گئے تھے۔ انہوں نے ابتدائی اور سیکنڈری تعلیم بارہ مولہ ہی میں1986 میں مکمل کی۔ پھر میڈیکل کی تعلیم کے لیے جہلم ویلی میڈیکل کالج میں داخلہ لیا۔ انہوں نےMBBS کا سال اول مکمل کیا اور خود کو مقابلے کے امتحانات کے لیے تیار کرنے لگے۔ افضل گورو بڑے حساس ذہن کا مالک نوجوان تھا۔ شعور کی آنکھ کھلی تو وادی کشمیر کو غلامی کے پر آشوب ماحول میں پایا۔ آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدین کی آئے دن گرفتاریوں اور شہادت کی خبریں سنتا، وہ بھلا وادی کشمیر میں ڈوگرہ راج کے دنوں سے جاری سیاسی جبر اور کشمیریوں پر روا رکھے جانے والے ظلم و ناانصافی سے لاتعلق کیسے رہ سکتا تھا۔ سیاسی آزادی کا چھن جانا طبعی موت سے بھی بدتر شمار ہوتا ہے۔ طبعی موت میں تو روح بدن سے نکل جاتی ہے جو کسی اور جہاں میں جا بستی ہے۔ سیاسی موت میں روح بدن سے نہیں نکلتی، آدمی زندہ تو ہوتا ہے مگر زندہ ہوتے ہوئے اس کی روح مرجاتی ہے۔ بہ حیثیت اصل اور طبعی موت سے بھی بری اور سخت ہوتی ہے۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں:۔

موت ہے اک سخت تر، جس کا غلامی ہے نام
مکر وفن خواجگی، کاش سمجھتا غلام۔

افضل گورو ظالم آقاؤں کی طرف سے کشمیریوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور ان کے مکر وفن وفریب سے آگاہ ہو چکا تھا۔ اپنی تعلیم کے ساتھ فروٹ کمیشن شاپ بھی چلاتے تھے۔ پھران کی ملاقات انت ناگ کے ایک دوست طارق سے ہوئی جن کی وساطت سے وہ حریت پسندوں کی جماعت میں شامل ہوگئے۔نوجوان محمد افضل گرو، ہجرت کر کے مظفرآباد (پاکستان) آ گئے اور باقاعدہ گوریلا کاروائیاں شروع کرنے کی تربیت حاصل کرنے لگے۔ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد انہیں واپس وادی کشمیر میں جا کرتقریباً300 سے زائد مجاہدین کی جنگ آزادی میں راہنمائی کے لیےمنتخب کیا گیا۔۔اسی اثناء میں افضل گورو نے ساتھ ساتھ دہلی یونیورسٹی سے گریجویشن کر لی۔ میڈیکل کے نمائندے کے طور پر اور پھر سپروائزر کے عہدے پر بھی کام کیا۔اس دوران وہ سرینگر اور دہلی کے دوران بھی چکر لگاتے رہتے تھے۔اس دوران انہوں نے اپنی گھریلو حالت اور خاندان کے اسرار پرعسکری مزاحمت سے کنارہ کشی حاصل کی۔لیکن قابض فورسز کو ان کی یہ ادا بھی کچھ زیادہ ہی خوفناک محسوس ہوئی۔

2001 میں حریت پسندوں کے گروپ (جیش محمد) نے کار میں بیٹھ کرجعلی نمبر پلیٹ لگا کر ہندوستان کی پارلیمنٹ کی عمارت میں ہونے والے اجلاس،جس میں وزیراعظم بھی شامل تھے پر آتشیں اسلحہ سے حملہ کر دیا۔ حملے سے ہدف شخصیات تو بچ گئیں مگر13 کے قریب لوگ ہلاک ہوئے اور16 کے قریب زخمی ہوئے۔ ہندوستانی واویلے پر امریکی صدر جارج بش نے پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کو فون کر کے اور ہندوستان کے وزیراعظم واجپائی کو کال کر کے حالات کی سنگینی کے پیش نظر دونوں ممالک (ہندوستان اور پاکستان) کو حالات کو معمول پر لانے کی ھدایت کی۔

13 دسمبر2001 کومقدمات درج ہوئے۔مرنے والے حملہ آوروں سے ملنے والے موبائل فون کی کال لسٹ اور دیگر رابطوں کی بنیاد پر15 دسمبر2001 کوافضل گورو، ان کے کزن شوکت،ان کی بیگم افشاں اور ایس اے آر گیلانی، چاروں کو گرفتار کر لیا گیا۔۔ ملک دشمنی، بغاوت، قتل عمد

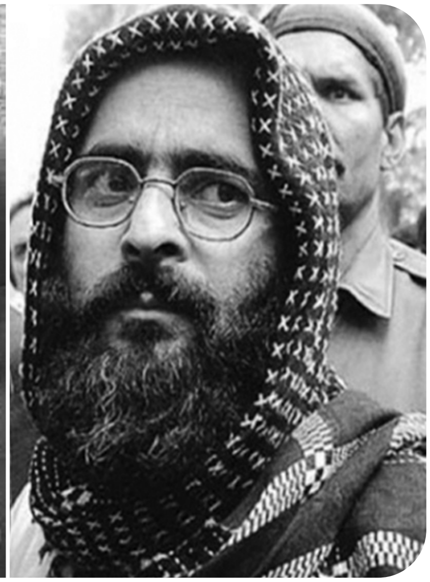

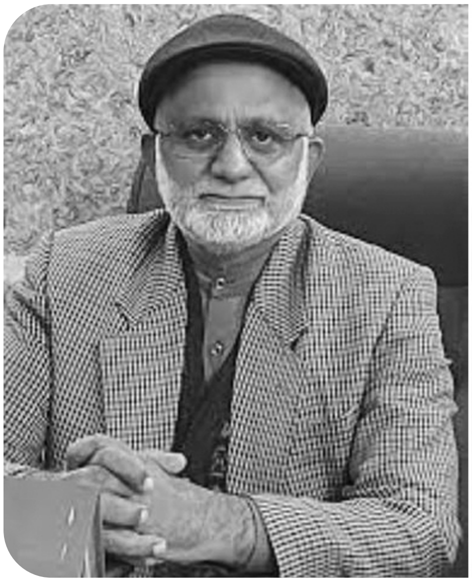

دہشتگردی اور بھاری بھرکم دفعات جن کی سزا لازماً موت ہے کی شقیں ملزمان پر لگا دی گئیں۔ ملزمان اور ان کے خاندان کو مسلسل ذہنی دباؤ اور پریشانی میں رکھنے کے لیے یہ کیس بارہ سال تک چلایا گیا۔طرح طرح سے ملزمان کوتفتیشی مراحل میں سے گذارا گیا۔ ذہنی دباؤ اوراذیتوں سے گذارا گیا۔

قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ملزمان کے خاندانوں کو بارہ مولہ سے دہلی تہاڑ جیل ملاقات کے لیے آنے جانے میں کن کن مشکلات کے سمندروں سے گذرنا ہوتا ہوگا۔ پولیس اور سیکیورٹی اداروں کی طرف سے ملزمان کے جعلی اعترافی بیانات پیش کئے گئے۔جنہیں عدالتوں نے مسترد کیا۔ ہر عدالت سے کیس ہوتا ہوا اعلیٰ ترین عدالت تک پہنچا۔ جنہوں نے ان کی سزائے موت دینے کی سفارش کی۔صدر مملکت نے سارے ملزمان کی فائلیں وزیر داخلہ کو پورے کیس پر نظر ثانی کے لیے بھجوائی۔ انہوں نے 16 نومبر 2012 کو یہ کہتے ہوئے فائل صدر مملکت کو واپس بھیجوادی کہ مجرمان کو سنائی گئی سزائے موت قانونی اور صحیح ہے۔

صدر نے محمد افضل گورو کو 3 فروری2013 کو پھانسی دینے کی منظوری دے دی۔اگرچہ ہندو معاشرے سے رحم، خیر اور اخلاقی مروت کی امید تو نہیں کہ جا سکتی تھی مگر اتمام حجت کے طور پر صدر سے رحم کی اپیل کی گئی جو کہ بھی نامنظور کر دی گئی۔جیل حکام نے پھانسی کی سزا کے بارے افضل گرو کی فیملی کو بذریعہ خط اطلاع بھیجی۔ وہ ان کی مجبوری تھی کیونکہ افضل گرو کو اپنی آخری وصیت لکھنے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے وصیت لکھی تھی۔جس کا کسی کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا لکھا تھا۔جیل حکام کا وہ خط جس میں افضل کو9 فروری2013 کو پھانسی دینے کی اطلاع درج تھی وہ ان کی سزا پا لینے کے بعد ملی۔

اس سزا کے بارے صرف ان چند لوگوں کو بتایا گیا تھا جنہیں سزا کا اہتمام کرنا اور کفن دفن کی ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔محمد افضل گورو شہید کی میت کو بڑی رازداری اور خاموشی سے تہاڑ جیل ہی میں دفنا دیا گیا، جس کے بارے کسی کو کچھ پتہ نہ چلا رب اغفروارحم وانت خیرالراحمین۔

"شہید کی جو موت ہے،قوم کی حیات ہے"

اللہ الرحمٰن سے دعا ہے کہ ہمارے شہدائے کشمیر کی شہادتیں قبول فرمائے۔آمین

☆☆☆

شہزادمنیر احمد (گروپ کیپٹن ریٹائرڈ) راولپنڈی / اسلام آباد کے معروف ادیب، شاعر، مصنف اور کالم نگار ہیں، کشمیرالیوم کے لیے مستقل بنیادوں پر بلامعاوضہ لکھتے ہیں

کشمیر میں اسرائیل طرز کے بھارتی اقدامات؟

مہاراجہ ہری سنگھ نے 1927 سے 1932 کے درمیان باشندہ ریاست سٹیفکیٹ کے قوانین بنائے تھے
جس کے تحت کوئی بھی غیر ریاستی جموں وکشمیر کا باشندہ نہیں بن سکتا

مودی سرکار نے مقبوضہ کشمیر کے متعلق 29 قوانین منسوخ کیے جبکہ 109 قوانین میں ترمیم کی

عمر فاروق

گذشتہ چند سالوں میں بھارتی اقدامات کا مقصد کشمیر کے آبادیاتی منظرنامے میں تبدیلیاں کرکے وہاں کی مسلمان آبادی کو بے اختیار کرنا اور منظّم انداز میں کشمیری ثقافت، زبان اور مذہبی شناخت کو ختم کرنا ہے۔ مودی حکومت نے پانچ اگست 2019 کو مقبوضہ کشمیر پر جو شب خون مارا تھا اس کے لیے اس نے مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں غیر مقامی یہودیوں کی آبادکاری کیلئے اسرائیل میں تیار کردہ قوانین سے استفادہ کیا ہے۔ یہ قوانین ماضی میں ''Settler Colonial Project'' کے نام سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا میں بروئے کار لائے جاچکے تھے۔ اور اسی کی طرف 18 مئی 1993 کو اسرائیل وزیر خارجہ، شمعون پیریز نے بھارت کے دورے کے دوران اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ: بھارت کشمیر میں آبادکاری سے بالکل خوفزدہ نہ ہو۔ صرف آبادکاری کے تناسب میں تبدیلی سے بھارت مقبوضہ کشمیر حاصل کرسکتا ہے۔

یکم اپریل 2020 کو بھارت نے ڈومیسائل لا کی منظوری دی جس کی رو سے غیر کشمیری کو کشمیری بننے کے لئے قانون تبدیل کردیا گیا اس حوالے سے مودی سرکار نے مقبوضہ کشمیر کے متعلق 29 قوانین منسوخ کیے جبکہ 109 قوانین میں ترمیم کی، سب سے پہلا ڈومیسائل ریاست بہار کے ایک سرکاری افسر نوین کمار چوہدری کو جاری کیا گیا جو کئی برسوں سے کشمیر ہی میں تعینات تھا۔ قانون کی تبدیلی کے بعد پہلے دوماہ میں 30 ہزار بھارتی شہریوں کو غیر قانونی طور پر ریاست جموں وکشمیر کا ڈومیسائل اور باشندہ ریاست سٹیفکیٹ جاری کیا گیا۔

حالانکہ مہاراجہ ہری سنگھ نے 1927 سے 1932 کے درمیان باشندہ ریاست سٹیفکیٹ کے قوانین بنائے تھے جس کے تحت کوئی بھی غیر ریاستی جموں وکشمیر کا باشندہ نہیں بن سکتا۔ اسی قانون کی رو سے جموں وکشمیر کی حدود سے باہر کسی بھی علاقے کا شہری ریاست میں غیر منقولہ جائیداد کا مالک نہیں بن سکتا حتی کہ یہاں نوکری تک حاصل نہیں کرسکتا اور نہ کشمیر میں آزادانہ طور پر سرمایہ کاری کرسکتا ہے۔ مگر بھارتی حکومت ان تمام قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اب تک 53 لاکھ سے زائد بھارتیوں کو یہ سٹیفکیٹ جاری کرچکی ہے۔

ڈومیسائل جاری کرنے کے بعد بڑے پیمانے پر ووٹر لسٹوں میں بھی تبدیلیاں کی گئی ہیں اور دس لاکھ ہندوؤں کو فوری طور پر کشمیریوں کی نئی ووٹر لسٹوں میں شامل کردیا گیا ہے جبکہ 15 لاکھ ہندوؤں کو مزید ووٹر لسٹوں میں شامل کرنے کی تیاریاں مکمل ہیں، حلقہ بندیوں کے نام پر مسلم اکثریتی حلقوں کو اقلیت میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ رائٹر کی ایک رپورٹ کے مطابق اگلے انتخابات میں یہ تمام نئے ووٹرز بے جی پی کو ووٹ دیں گے،

مودی سرکار نے ایک اور واردات کرتے ہوئے جموں کے لیے چھ نشستوں کا اضافہ کردیا ہے جس کے بعد جموں کی نمائندگی 43 ہوگئی جب کہ مسلم اکثریتی علاقے وادی میں صرف ایک نشست کا اضافہ کیا گیا ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی مقبوضہ کشمیر پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے، جہاں ماضی میں تقریبا مسلمان وزرائے اعلی ہی حکومت کرتے رہے ہیں۔ مگر اب بی جے پی پہلا ہندو وزیر اعلی لانے کا تہیہ کرچکی ہے۔

مودی حکومت نے مقامی لوگوں کی املاک پر قبضے کے لیے ایسے قوانین متعارف کروائے ہیں کہ جن کے ذریعے مقامی لوگوں سے زمینیں لے کر غیر مقامی افراد کو دی جارہی ہیں جس طرح اسرائیلی آبادکاران سے زمین خرید کر فلسطینی سرزمین میں منتقل ہوگئے۔ اسی طرح اب مودی سرکار تیزی سے اسرائیل کے نقشے پر گامزن ہے 27. اکتوبر 2020 کو بھارت کی وزارت داخلہ

بھارتی حکومت کے اعلان کے مطابق دہلی کی حکومت مقبوضہ کشمیر میں ہندوؤں کو الگ بستی فراہم کرے گی۔ اس سے قبل ہندوستان غیر کشمیری سرمایہ کاروں کے لئے 60000 کنال اراضی پہلے ہی فراہم کرچکی ہے۔ ایک ہندو مندر کو بھی 1000 کنال اراضی فراہم کی گئی ہے۔ جموں میں مسلمانوں سے 4 ہزار کنال سے زائد اراضی ہتھیائی گئی ہے۔ جو کشمیری زمینیں دینے میں لیت ولعل کررہے ہیں انہیں عدالتوں کے ذریعے بے گھر کیا جارہا ہے، حال ہی میں جموں کی بستی بشیر گجر کے 200 سے زائد مکینوں کو بذریعہ نوٹس مطلع کیا گیا ہے کہ گھر خالی نہ کرنے کی صورت میں گرادیے جائیں گے۔ قابض بھارتی حکام نے حال ہی میں صرف جماعت اسلامی کی 90 کروڑ روپے مالیت کی 11 جائیدادیں ضبط کی ہیں

کی جانب سے جاری کردہ نوٹیفکیشن کے مطابق،، یونین ٹیریٹری آف جموں وکشمیر آرگنائزیشن (ایڈاپٹیشن آف سینٹرل لاز) تھرڈ آرڈر 2020 کا نفاذ فوری عمل میں لایا گیا اس کے علاوہ بھارتی حکومت کی جانب سے،، مقبوضہ جموں وکشمیر ڈویلپمنٹ ایکٹ،، متعارف کروایا گیا جس کے مطابق بھارتی فوج کسی بھی مقام کو سٹریٹیجک علاقہ قرار دے کر اس کو اپنے کنٹرول میں لے سکتی ہے اس قانون کے بعد پہلے مرحلے میں جموں کے تقریبا 27 مقامات پر بھارت کی جانب سے سیکورٹی اداروں کے لیے ہزاروں ایکڑ اراضی مختص کی گئی اور اسے حساس قرار دے کر کشمیریوں کو اس اراضی کی جانب جانے سے منع کر دیا گیا ہے۔متنازع قانون کے آنے کے بعد پہلے ایک ماہ میں 1 لاکھ سے زائد بھارتیوں نے مقبوضہ کشمیر میں اراضی خریدی۔

بھارتی حکومت کے اعلان کے مطابق دہلی کی حکومت مقبوضہ کشمیر میں ہندوں کو الگ بستی فراہم کرے گی۔ اس سے قبل ہندوستان غیر کشمیری سرمایہ کاروں کے لئے 60000 کنال اراضی پہلے ہی فراہم کر چکی ہے۔ایک ہندو مندر کو بھی 1000 کنال اراضی فراہم کی گئی ہے۔جموں میں مسلمانوں سے 4 ہزار کنال سے زائد اراضی ہتھیائی گئی ہے۔جو کشمیری زمینیں دینے میں لیت ولعل کر رہے ہیں انہیں عدالتوں کے ذریعے بے گھر کیا جا رہا ہے، حال ہی میں جموں کی بستی بشیر گجر کے 200 سے زائد مکینوں کو بذریعہ نوٹس مطلع کیا گیا ہے کہ گھر خالی نہ کرنے کی صورت میں گرا دیے جائیں گے۔ قابض بھارتی حکام نے حال ہی میں صرف جماعت اسلامی کی 90 کروڑ روپے مالیت کی 11 جائیدادیں ضبط کی ہیں۔

اس کے علاوہ ریٹائرڈ بیورو کریٹ اور وہ فوجی جو مقبوضہ کشمیر میں رہائش کے خواہشمند ہوں انہیں رہائش کیلئے کم قیمت پر زمین سرکار فراہم کی جا رہی ہے جبکہ گھروں کی تعمیر کیلئے بینک انہیں بہت کم مارک اپ کے ساتھ آسان اقساط پر قرضہ بھی فراہم کر رہا ہے۔ انہیں غیر ممنوعہ بور کے خود کار ہتھیار رکھنے کیلئے سرکار لائسنس بھی جاری کیے جا رہے ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی مسلم اکثریتی وادی کشمیر میں ہندوں کو آباد کرنے کے نام

> **100 سال سے زیادہ عرصے تک اردو جموں وکشمیر کی سرکاری زبان تھی لیکن 2020 میں اردو کی خصوصی حیثیت کو قانون سازی کے ذریعے ختم کر دیا گیا جس نے جموں وکشمیر میں اردو اور انگریزی کے علاوہ ہندی، کشمیری اور ڈوگری کو سرکاری زبانیں بنا دیا۔اب کشمیری زبان کے رسم الخط کو نستعلیق سے دیوناگری رسم الخط میں تبدیل کرنے کی کوششیں جاری ہیں**

پر آر ایس ایس کے دہشت گردوں کے لیے کیمپوں کی تعمیر کر رہی ہے۔

گزشتہ سال بی جے پی حکام نے جموں وکشمیر وقف بورڈ اور اس کی تمام جائیدادوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ یوں مقبوضہ وادی میں مزارات سمیت مسلمانوں کے تمام اہم مذہبی مقامات کا کنٹرول حاصل کر رہی ہے۔ مذہبی رہنماؤں اور اسلامی اسکالروں کو مسلسل پابند سلاسل کیا جا رہا ہے اور پورے مقبوضہ کشمیر میں مساجد میں نمازوں پر مختلف قسم کی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔

کشمیری ثقافت پر ہونے والے بی جے پی کے حملوں میں اردو کی حیثیت کو ختم کرنا بھی شامل ہے۔100 سال سے زیادہ عرصے تک اردو جموں وکشمیر کی سرکاری زبان تھی لیکن 2020 میں اردو کی خصوصی حیثیت کو قانون سازی کے ذریعے ختم کر دیا گیا جس نے جموں وکشمیر میں اردو اور انگریزی کے علاوہ ہندی، کشمیری اور ڈوگری کو سرکاری زبانیں بنا دیا۔اب کشمیری زبان کے رسم الخط کو نستعلیق سے دیوناگری رسم الخط میں تبدیل کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

نومبر 2019 میں امریکا میں تعینات ایک بھارتی سفارت کار نے، کشمیری ہندووں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کھل کر اس بات کا اظہار کیا تھا کہ کشمیری ثقافت اور بھارتی ثقافت اصل میں ایک ہندو ثقافت ہے اور ساتھ نوآبادیاتی عمل کی تحسین کرتے ہوئے، دریائے اردن کے مغربی کنارے بستیوں کے اسرائیلی ماڈل کی حمایت کی تھی۔ بھارت کے حالیہ اقدامات نہ صرف چوتھی جنیوا کنونشن (1948) کے خلاف ہیں بلکہ انسانی حقوق کے بھی مغایر ہیں،مقبوضہ کشمیر میں غیر قانونی آبادکاری نے نہ صرف استصواب رائے کی اصل روح بلکہ اقوام متحدہ کے ترک نوآبادیات وانسانی حقوق کے چارٹر کو رد کر دیا ہے جو کہ کشمیر کو بھارتی نوآبادیاتی مذموم عزائم کی طرف لے کر جا رہا ہے-اس تناظر میں امریکا کی سیرا کوز یونیورسٹی کے شعبہ انتھروپالوجی کی پروفیسر مونا بھان کہتی ہیں کہ نریندر مودی بھارت کو ایک ہندو ریاست بنانے کی کوشش میں ہیں۔ پروفیسر بھان نے نیوز ایجنسی اے ایف پی کو بتایا کہ کشمیر میں اب ہندوں کی آبادکاری کے ایک نوآبادیاتی منصوبے پر کام شروع کر دیا گیا ہے۔

☆☆☆

ڈاکٹر عافیہ صدیقی

ڈاکٹر عافیہ صدیقی پاکستان کی نیوروسائنٹسٹ ہیں

23 ستمبر 2010ء میں نیویارک امریکی عدالت نے عافیہ صدیقی کو 86 سال قید کی سزا سنائی

عافیہ صدیقی کے کیس کو پاکستانی امریکی کشیدگی کا "فلیش پوائنٹ" اور "اسرار" سے بھری خفیہ جنگ میں سب سے زیادہ پراسرار کہا جاتا ہے

اسلام پسندوں کے ساتھ ان کی مبینہ وابستگی کی وجہ سے میڈیا کے متعدد اداروں نے انہیں "لیڈی القاعدہ" قرار دیا ہے

ڈاکٹر عافیہ کی ساری زندگی جوانی سے لے کر بڑھاپے تک مسلسل ظلم وستم سہتے ہوئے گزر رہی ہے

عروج آزاد

تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان میں بہت قابل اور ذہین لوگوں نے جنم لیا۔جن میں سے ایک پاکستان کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی ہیں۔ڈاکٹر عافیہ صدیقی پاکستان کی نیوروسائنٹسٹ ہیں۔ڈاکٹر عافیہ صدیقی 2 مارچ 1972ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔اپنی ابتدائی اور ثانوی تعلیم کراچی سے مکمل کر کہ 1990 میں سٹوڈنٹ ویزہ پر امریکہ کی ریاست ٹیکساس میں پڑھنے کے لیے گئیں۔ان کا ایک بھائی پہلے سے وہاں موجود تھا جو آرکیٹیکچر تھا۔ٹیکساس میں کچھ عرصہ رہیں پھر وہاں میساچوسٹس ارادہ ٹیکنالوجی چلی آئیں اور اس ادارہ سے وراثیات میں علمائی پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی 2002ء میں پاکستان واپس آئیں مگر ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے امریکہ ملازمت ڈھونڈنے کے سلسلہ میں دوبارہ گئیں۔اس دوران میریلینڈ میں ڈاک وصول کرنے کے لیے ڈاک ڈبہ کرائے لیا اور 2003ء میں کراچی واپس آ گئیں ایف بی آئی نے شک ظاہر کیا کہ یہ ڈاک ڈبہ دراصل القاعدہ سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے لیے کرائے پر لیا گیا تھا۔امریکی ابلاغ میں عافیہ صدیقی کی بطور دہشت گرد تشہیر کی گئی۔یہ دیکھ کر عافیہ کچھ دن کراچی میں روپوش ہو گئی۔30 مارچ 2003ء کو اپنے تین بچوں سمیت راولپنڈی جانے کے لیے ٹیکسی میں ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہوئی مگر راستے میں غائب ہو گئیں بعد میں خبریں آئیں کہ ان کو امریکیوں نے اغوا کر لیا ہے۔اس وقت ان کی عمر 30 سال تھی اور بڑے بچے کی عمر چار سال اور سب سے چھوٹے کی ایک ماہ ،مقامی اخباروں میں عافیہ صدیقی کی گرفتاری کی خبر شائع ہوئی مگر بعد میں وزیروں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور ان کی والدہ کو دھمکیاں دی گئیں۔عالمی اداروں نے خیال ظاہر کیا کہ افغانستان میں امریکی جیل بگرام میں قیدی نمبر 650 شاید عافیہ صدیقی ہی ہے جو وہاں بے حد بری حالت میں قید تھی پاکستانی اخبارات میں شور مچنے کے بعد امریکیوں نے اچانک

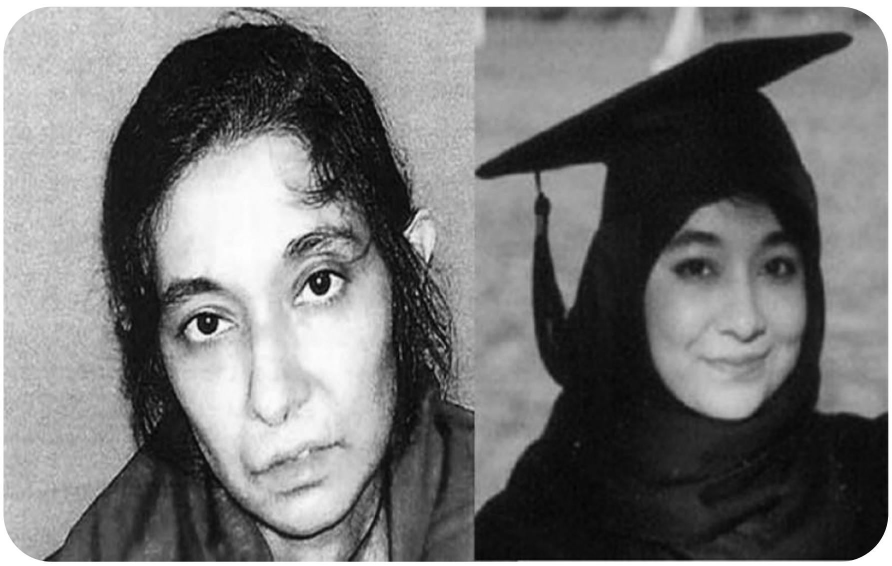

اعلان کیا کہ عافیہ کو 27 جولائی 2008ء کو افغانستان سے گرفتار کر کہ نیویارک پہنچا دیا گیا تھا تا کہ ان پر دہشتگردی کے حوالہ سے مقدمہ چلایا جا سکے۔انسانی حقوق کی تنظیموں نے امریکی کہانی کو ناقابلِ یقین قرار دیا۔

افغانستان میں امریکی فوجیوں نے دوران گرفتاری عافیہ کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شدید زخمی کر دیا۔تب امریکی فوجی معالجین نے عافیہ کی طبی حالت کو گلاسگو غشی میزان پر 3 (یعنی مرنے کے قریب) بتایا۔تاہم امریکیوں نے الزام لگایا کہ عافیہ نے امریکی فوجی کی بندوق اٹھانے کی کوشش کی تھی جس پر انھوں نے اس پر گولیاں چلادیں۔اگست 2009ء میں وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے بتایا کہ حکومت 2 ملین ڈالر تین امریکی وکیلوں کو دے گی جو عافیہ صدیقی کے لیے امریکی عدالت میں پیش ہونگے۔خیال رہے کہ لاہور کی عدالت اعلیٰ نے حکومت کو یہ رقم جاری کرنے سے منع کیا تھا کیونکہ خدشہ تھا کہ رقم خرد برد کر لی جائے گی۔عدالت میں درخواست گزار نے کہا تھا کہ امریکی عدالت سے انصاف کی توقع نہیں،از لیے یہ پیسے عالمی عدالت انصاف میں مقدمہ دائر کر کے خرچ کیے جائیں۔دسمبر 2009ء میں بالآخر کراچی پولیس نے عافیہ صدیقی اور ان کے بچوں کے 2003ء میں اغوا کا مقدمہ نامعلوم افراد کے خلاف درج کر لیا۔

23 ستمبر 2010ء میں نیویارک امریکی عدالت نے عافیہ صدیقی کو 86 سال قید کی سزا سنائی۔جون 2013ء میں امریکی فوجی زنداں فورٹ ورتھ میں عافیہ صدیقی پر حملہ کیا گیا جس سے وہ دو دن بے ہوش رہے بالآخر وکیل کی مداخلت پر اسے طبی امداد دی گئی۔اپریل 2010ء میں گیارہ سالہ لڑکی جس کے بارے میں خیال ہے کہ وہ عافیہ کے ساتھ لاپتہ ہونے والی ایک بیٹی ہے اس کو نامعلوم افراد کراچی میں عافیہ کی بہن فوزیہ صدیقی کے گھر چھوڑ گے۔

عافیہ صدیقی کے کیس کو پاکستانی امریکی کشیدگی کا "فلیش

پوائنٹ" اور "اسرار" سے بھری خفیہ جنگ میں سب سے زیادہ پراسرار کہا جاتا ہے۔

پاکستان میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی گرفتاری اور سزا کو عوام نے اسلام اور مسلمانوں پر حملے کے طور پر دیکھا اور ملک بھر میں بڑے احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ امریکہ میں وہ کچھ لوگوں کی طرف سے خاص طور پر خطرناک سمجھی جاتی تھی کیونکہ القاعدہ کے ان چند مبینہ ساتھیوں میں سے ایک جن کا پتہ نہیں چل سکا اور ایک جدید ترین حملہ کرنے کی سائنسی مہارت۔ اسلام پسندوں کے ساتھ ان کی مبینہ وابستگی کی وجہ سے میڈیا کے متعدد اداروں نے انہیں "لیڈی القاعدہ" قرار دیا ہے۔ اسلامک اسٹیٹ نے دو مواقع پر اسے قیدیوں کے لیے تجارت کرنے کی پیشکش کی تھی۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی سے ایک ایف بی آئی ایجنٹ ہر روز دس دن تک "اوسطاً آٹھ گھنٹے" دن میں پوچھ گچھ کرتا تھا۔ اس کی گواہی اس بات سے متصادم تھی جو بعد میں صدیقی نے وکلاء اور عدالت کو بتایا کہ اس کی گمشدگی کے دوران کیا ہوا تھا۔ حامیوں نے شکایت کی کہ وہ میرنڈائز نہیں تھی اور نہ ہی اسے کسی پاکستانی قونصلر اہلکار تک رسائی حاصل تھی، اور یہ کہ وہ اس وقت نشہ آور حالت میں تھیں۔ اس نے بعد میں پاکستانیوں کے دورے پر بتایا کہ اس کے بیانات پاکستانی عوام کو اچھے نہیں لگ سکتے لیکن اس نے انہیں اس لیے دیا تھا کیونکہ اس کے بچوں کو دھمکیاں دی گئی تھیں۔۔ مقدمے کی کاروائی میں دفاعی اٹارنی ایلین شارپ نے کہا کہ صدیقی پر ملنے والے دستاویزات اور آئٹم لگائے گئے تھے۔ حکومتی دہشت گردی کے ماہر نے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ اس کی اپنی ہینڈ رائٹنگ میں سو صفحات ہیں۔ پاکستان میں صدیقی کی بہن فوزیہ نے امریکہ پر اس کی بہن کے ساتھ زیادتی اور تشدد کرنے اور اس کے علاج سے انکار کرنے کا الزام لگایا۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد منظور کی جس میں عافیہ صدیقی کی وطن واپسی کا مطالبہ کیا گیا۔ اپنے مقدمے کی سماعت سے قبل عافیہ صدیقی نے کہا کہ وہ تمام الزامات سے بےقصور ہیں۔ اس نے برقرار رکھا کہ وہ ثابت کر سکتی ہے کہ وہ بے قصور ہے لیکن عدالت میں ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ جنوری 2010ء کو عافیہ صدیقی نے جج کو بتایا کہ وہ اپنے وکلاء کے ساتھ تعاون نہیں کریں گی اور انہیں برطرف کرنا چاہتی ہیں۔ اس نے کہا کہ کسی جج پر بھروسہ نہیں اور مزید، میں مقدمے کا بائیکاٹ کر رہی ہوں، صرف آپ سب کو بتانے کے لیے۔ بہت زیادہ ناانصافی ہو رہی ہے۔ اس کے بعد استغاثہ کی کاروائی کے دوران اس نے اپنا سر دفاعی میز پر رکھا۔۔۔۔۔۔۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ سارا عمل جاری رہا اور ابھی تک جاری ہے لیکن پاکستان کی مظلوم بیٹی کو ابھی تک انصاف نہیں مل سکا۔ سارے لیڈر کہتے رہے ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کروائیں گے لیکن کسی نے بھی اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔ افسوس کہ ہم اپنے ذہین ترین عوام سے اپنے مفاد کی خاطر کام تو لیتے رہتے ہیں پر جب بات عوام کی جان پر آتی ہے تو ہم ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں خبر تک نہیں ہوتی کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کیوں؟؟ ڈاکٹر عافیہ صدیقی پاکستان کا بہت بڑا سرمایہ تھی لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ ڈاکٹر عافیہ کو نظر انداز کیا گیا۔۔۔ ڈاکٹر عافیہ کی ساری زندگی جوانی سے لے کر بڑھاپے تک مسلسل ظلم و ستم سہتے ہوئے گزر رہی ہے۔۔ اب ایسی حالت ہے کہ بالکل دنیا و جہاں سے بیگانہ ہو گئی ہیں، پر ابھی تک مکار امریکہ نے ان کی رہائی کا نام تک نہیں لیا۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی جلد سے جلد رہائی کے اسباب پیدا کرے تاکہ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے وطن میں اپنے پیاروں کے پاس گزار سکیں۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی سے ایک ایف بی آئی ایجنٹ ہر روز دس دن تک "اوسطاً آٹھ گھنٹے" دن میں پوچھ گچھ کرتا تھا۔ اس کی گواہی اس بات سے متصادم تھی جو بعد میں صدیقی نے وکلاء اور عدالت کو بتایا کہ اس کی گمشدگی کے دوران کیا ہوا تھا۔ حامیوں نے شکایت کی کہ وہ میرنڈائز نہیں تھی اور نہ ہی اسے کسی پاکستانی قونصلر اہلکار تک رسائی حاصل تھی، اور یہ کہ وہ اس وقت نشہ آور حالت میں تھیں۔

☆☆☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

صحابی رسولﷺ حضرت دحیہ کلبیؓ ایک وجیہ شخصیت کے مالک تھے، بلندوبالا قد، چوڑا چکلہ سینہ، لمبے لمبے بال اور سرخ و سفید رنگت کے باعث آپ پوری محفل میں جدا نظر آتے تھے، ان شخصی خصوصیات کے پیش نظر آپؓ کو سفیر رسولﷺ مقرر کیا گیا چنانچہ دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کے پاس آپﷺ کے دعوتی خطوط حضرت دحیہ کلبی ہی لے کر گئے۔ قیصر روم جس کا اپنا نام ''ہرقل'' تھا جو مذہباً عیسائی اور گزشتہ آسمانی کتب سے شد بد رکھتا تھا، دربار کے برخواست ہونے پر حضرت دحیہ کلبیؓ کو اپنے محل کے ایک خاص کمرے میں لے گیا جس کی دیواروں پر بہت سی شبیہیں لٹکی تھیں، اس نے کہا کہ ان میں سے اپنے نبی کی شبیہ پہچانو، ایک جگہ انگلی رکھ کر حضرت دحیہ کلبی نے کہا یہ ہمارے نبیﷺ کی شبیہ مبارک ہے۔ ہرقل نے پوچھا اس کے دائیں بائیں کن کی شبیہیں ہیں، حضرت دحیہ کلبیؓ نے کہا کہ یہ دائیں حضرت ابوبکرؓ اور یہ بائیں حضرت عمرؓ کی ہے۔ ہرقل نے کہا کہ ہماری کتب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دو بزرگوں سے آخری نبیﷺ کی مدد فرمائے گا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے اول دونوں خلفائے راشدین کا ذکر گزشتہ کتب میں بھی کتنی تفصیل کے ساتھ مذکور تھا۔

محسن انسانیتﷺ نے مدینہ آمد کے ساتھ ہی اسلامی ریاست کی تاسیس فرمائی اور خود اس کے اولین حکمران بنے، حضرت ابوبکر صدیقؓ اس ریاست کے دوسرے حکمران اور آپﷺ کے اولین دینی جانشین بنے۔ 573ء میں مکہ مکرمہ میں پیدائش ہوئی، اسلام لانے سے قبل آپ کا نام ''عبدالکعبہ'' تھا، مسلمان ہونے پر محسن انسانیتﷺ نے آپ کو ''عبداللہ'' سے موسوم کیا تاہم آپ کی کنیت ہی آپ کی پہچان رہی اور آپ کو ''ابوبکر'' کے نام سے یاد کیا جاتا رہا، عربی میں بکر ''جوان اونٹ'' کو کہتے ہیں، حضرت ابوبکر چونکہ اونٹوں میں نہ صرف یہ کہ گہری دلچسپی رکھتے تھے بلکہ ان کی عوارض وعلاج معالجہ اور دیگر امور میں بھی گہرا درک وشغف تھا اس لیے اہل مکہ آپ کو ''ابوبکر'' یعنی'' اونٹوں سے محبت کرنے والا'' کہا کرتے تھے۔ آپ کے والد کا نام ''عثمان'' اور کنیت ا''بوقحافہ'' تھی، والدہ محترمہ کا اسم گرامی ''ام الخیر سلمیٰ'' تھا۔ والد اور والدہ دونوں کی طرف سے چھٹی پشت پر حضرت ابوبکر صدیق کا نسب محسن انسانیتﷺ سے مل جاتا ہے۔ بچپن سے ہی شریف النفس اور شرک وکبائر سے مجتنب تھے، محسن انسانیتﷺ سے دو سال چھوٹے تھے اور اوائل عمری سے ہی دونوں کے درمیان گہرے مراسم رہے جو بعد میں ایمان ساز اور جنت کے سنگ ہائے میل بن گئے۔

مردوں میں آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت متعدد اہل ایمان لونڈی غلاموں کو خرید کر آزاد کیا، سفر معراج کی سب سے پہلے تصدیق کر کے ''صدیق'' کا لقب حاصل کیا، سفر ہجرت میں ہمنشینی نبیﷺ، ثانی اثنین کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا، نبیﷺ کے سسر بننے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، ہر غزوہ میں نبیﷺ کے شانہ بشانہ رہے، غزوہ تبوک میں گھر کا کل اثاثہ خدمت اقدسﷺ میں پیش کیا، فتح مکہ کے بعد والے حج میں امیر حج مقرر ہوئے، علالت نبویﷺ کے دوران مسلمانوں کی امامت کراتے رہے اور وصال نبیﷺ پر آپ نے مسلمانوں کو سہارا دیا اور انکے تازہ زخم پر مرہم رکھا۔ مسلمانوں کے خواص نے آپ کو باہمی مشورے سے اپنا حکمران چن لیا اور عوام نے اس فیصلے کی توثیق وتائید کردی۔ اگلے دن جب آپ کی خلافت کا اعلان کیا گیا تو آپ کھڑے نہ ہوئے تب دو مسلمانوں نے آپؓ کو کندھوں سے پکڑ کر اٹھایا اور ممبر رسولﷺ تک لے گئے۔ ممبر کی تین سیڑھیاں ہوتی ہیں، آپﷺ تیسری پر تشریف رکھتے تھے اور دوسری پر اپنے قدمین مبارکین براجمان فرماتے تھے، حضرت ابوبکر احترام نبوی میں وہاں بیٹھے جہاں قدمین مبارکین ہوا کرتے تھے، آج تک علماء امت ممبر کی آخری سیڑھی پر نہیں بیٹھتے کہ یہ مقام نبویﷺ ہے اور دوسری سیڑھی پر ہی بیٹھتے ہیں کہ یہ سنت صدیقی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمام اقتدار سنبھالتے ہی متعدد نئے مسائل نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ محسن انسانیتﷺ نے انیس سالہ نوجوان ''اسامہ بن زیدؓ'' کی قیادت میں ایک لشکر تیار کیا تھا تا کہ رومیوں سے سفیر رسولﷺ کے قتل کا قصاص لیا جا سکے، یہ لشکر روانگی کے لیے پابہ رکاب تھا کہ وصال نبوی کا سانحہ بجلی بن کر مسلمانوں پر آن گرا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقتدار کی باگ دوڑ سنبھالتے ہی اس لشکر کی روانگی کے احکامات صادر کر دیے، بہت سے لوگوں نے اختلاف کیا اور حالات کی نزاکت کے باعث اس لشکر سپاہ کو مرکزی دارالخلافہ میں رہنے کی رائے پیش کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ نبویﷺ سے ایک بال برابر بھی روگردانی سے انکار کر دیا اور ایک منزل تک پاپیادہ اس لشکر کے ہمراہ دوڑتے ہوئے گئے۔ امیر لشکر حضرت اسامہ بن زید کو نصیحتیں فرمائیں کہ ''عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، لاشوں کا مثلہ نہ بنانا، دشمن کے ساتھ خیانت، بدعہدی اور دھوکہ بازی نہ کرنا، پھل دار درختوں اور فصلوں کو نہ کاٹنا، جانوروں اور آبادیوں کو ہلاک نہ کرنا، عبادت گاہوں اور ان میں مصروف عابدوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرنا اور جو لوگ اسلام قبول کر لیں ان کے جان، مال اور عزت وآبرو کا خیال رکھنا''۔

وصال نبویﷺ کے بعد اکثر قبائل نے زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا اور کہا کہ نبی علیہ السلام کو تو ہم ادا کر دیا کرتے تھے لیکن ان کے خلفا کو زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ بنوعبس، بنوذبیان اور بنوبکر اس انکار میں سرفہرست تھے۔ منکرین زکوٰۃ کا ایک وفد خلیفہ وقت کے ساتھ مذاکرات کے لیے مدینہ طیبہ بھی آیا اور عرض کی کہ ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن زکوٰۃ سے ہمیں رخصت دے دی جائے، حالات اس حد تک بگڑ چکے تھے کہ عرب کہاوت کے مطابق شہر مدینہ صحرا میں بھیگی ہوئی تنہا بکری کی مانند ہو چکا تھا چنانچہ صحابہ کی اکثریت نے اس وفد کے موقف کی تائید کی جبکہ حضرت عمرؓ جیسے جید کی صحابی کی رائے بھی منکرین زکوٰۃ کے حق میں تھی لیکن حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ زکوٰۃ کی ایک رسی کے لیے بھی مجھے جنگ لڑنی پڑی تو میں لڑوں گا۔ اس وقت اگر خلیفہ اول زکوٰۃ میں رعایت دے دیتے تو اسکو جواز بنا کر آج کہا جا سکتا تھا کہ مصروفیت کے باعث پانچ کی بجائے تین

نمازیں پڑھ لینا کافی ہے،مہنگائی کے باعث اپنے ہی علاقے میں مناسک حج ادا کرلینا کافی ہے وغیرہ لیکن حضرت ابوبکر کی ایک ''نہیں'' نے قیامت تک کے لیے تحریف دین کے دروازے بند کر دیے۔منکرین زکوٰۃ اس حد تک دلیر ہو چکے تھے کہ انہوں نے مدینہ پر چڑھائی کر دی چنانچہ مسلمانوں کے لشکر نے اپنے خلیفہ کی قیادت میں انہیں شکست دی اور انکے قبائل تک انکا تعاقب کیا۔

طلحہ بن خویلد اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کر دیا،ان کا خیال تھا کہ مکہ سے ایک فرد نے نبوت کا دعوی کر کے تو اقتدار،شہرت اور افواج اکٹھی کر لی ہیں چلو قسمت آزمائی ہم بھی کرتے ہیں۔طلحہ نے اپنے قبیلہ بنواسد کو اپنے گرد اکٹھا کر لیا اور شکست خوردہ منکرین زکوٰۃ بھی اس کے ساتھ آن ملے اور یوں یہ مرتدین اکٹھے ہوکر ایک جتھے کی شکل اختیار کر گئے۔حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کی سالاری میں ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا''بزاخہ'' کی وادی میں گھمسان کا رن پڑا،مرتدین کو شکست فاش ہوئی اور طلحہ اپنی بیوی سمیت فرار ہوگیا۔بعد کے ادوار میں طلحہ نے توبہ کر لی اور مسلمان ہوگیا اور دور فاروقی میں ایران و عراق کی مہمات میں بہت بہادری کے ساتھ جہاد کرتا رہا۔مسیلمہ دراصل بنوحنیفہ کا سردار تھا اور یمامہ کا رہنے والا تھا۔اس نے دور نبوت میں ہی نبی علیہ السلام کے ساتھ گستاخیاں شروع کر دی تھیں جس کے باعث دربار نبویﷺ سے اسے ''کذاب'' کا لقب مل چکا تھا۔مرکز خلافت مدینہ منورہ سے شرجیل بن حسنہ اور عکرمہ بن ابوجہل کو الگ الگ دستے دے کر مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا دونوں نے ہزیمت اٹھائی اس کے بعد خالد بن ولید اپنا لشکر لے کر پہنچے اور مرتدین کا پتہ کاٹنے کے لیے فیصلہ کن حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔مسیلمہ کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا لیکن اس کے باوجود بھی وہ مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کر سکا اور ایک باغ میں محصور ہو گیا،مسلمان مجاہدین باغ کی دیواروں سے کود گئے اور اس کا کام تمام کر دیا۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس ''وحشی'' نے جنگ احد میں حضرت امیر حمزہؓ کا قتل کیا تھا اسی نے اپنے بھالے کو اس طرح نشانے پر پھینکا کہ وہ مسیلمہ کذاب کے سینے سے آر پار ہو گیا۔

خلافت راشدہ کی ایک اہم خصوصیت ''شورائیت'' ہے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے مشاورت کے لیے صحابہ کبار رضوان اللہ تعالی اجمعین کو متعین کیا ہوا تھا۔جب بھی کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو سب سے پہلے قرآن میں اس کا حل تلاش کیا جاتا ،پھر سنت میں اور پھر باہمی مشورے سے قرآن و سنت کی روشنی میں اجماع سے کام لیا جاتا۔جمع و تدوین قرآن مجید کا اعزاز بھی کاتب تقدیر نے آپ کے مقدر میں لکھ دیا تھا چنانچہ آپ کے دور اقتدار میں آپ ہی کے حکم سے قرآن مجید کو حضرت زید بن ثابت نے جمع کیا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت میں سلطنت کو دس صوبوں میں تقسیم کیا ہوا تھا اور ہر صوبے کا حکمران ''والی'' کہلاتا تھا جس کے تحت صوبائی انتظامیہ،مالیات اور سرحدی صوبوں کی صورت میں فوج بھی ہوتی تھی۔نومفتوحہ علاقوں میں انتظامی عملے کی بحالی تک سپہ سالار ہی جملہ امور کی نگرانی کرتا تھا۔بیت المال کا ابھی تک کوئی باقائدہ نظام نہ تھا،آمدن میں اگرچہ بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا لیکن خراج و دیگر ذرائع سے آنے والی رقوم میں سے سرکاری اخراجات نکال کر بقیہ مسلمانوں میں تقسیم کر دی جاتی تھیں چنانچہ وفات صدیقی کے بعد بیت المال میں کل ایک درہم ہی نکلا تھا۔اسی طرح فوجی نظام نے بھی ابھی تک کوئی باقائدہ شکل اختیار نہیں کی تھی اور قتال کے لیے لڑنے کے قابل مردان جنگی ایک دینی جذبے کے تحت اکٹھے ہو جاتے تھے اور حکومت وقت انہیں کسی خاص مہم پر روانہ کر دیتی۔افواج میں اتنی اصلاحات ضرور ہوئی تھیں کہ سپاہیوں کی ایک خاص تعداد کو کسی ایک کماندار کے تحت کر دیا جاتا اور پوری فوج کا بھی ایک سپہ سالار اعظم مقرر کر دیا جاتا۔

7جمادی الثانی 13ہجری کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ بیمار پڑ گئے۔پندرہ دنوں بعد غسل فرمایا کہ شاید طبیعت سنبھل جائے لیکن بخار میں شدید اضافہ ہو گیا اور 21جمادی الثانی 13ھ کو یہ آفتاب خلافت راشدہ تریسٹھ برس کی سنت عمر میں خالق حقیقی سے جاملا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ جسمانی اعتبار سے ایک پرکشش شخصیت کے مالک تھے،رنگ سفید،میانہ قد،دبلا بدن،شگفتہ چہرہ،کشادہ پیشانی اور روشن آنکھیں تھیں۔آواز نسبتاً بھاری تھی جس سے شخصیت کے جلال کا اندازہ ہوتا تھا لیکن طبعاً نرم خو،رقیق القلب اور رحم دل اور شفیق انسان تھے۔محسن انسانیتﷺ کی سادگی میں سے ایک بہت بڑا حصہ آپ کو بھی عطا ہوا تھا چنانچہ دولت کی کثرت اور اقتدار واختیارات کے باوجود آپ نے اپنے معیار زندگی میں اضافہ نہ کیا اور بہت تھوڑی اجرت پر تاحیات درویشی و فقر کو ہی ہم سفر جانا اور وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے پرانی چادر میں ہی دفنا دینا کہ نئے کپڑوں کے حق دار زندہ لوگ ہوتے ہیں۔اسلام لانے سے پہلے اشعار بھی کہا کرتے تھے لیکن بعد از اسلام فنا فی القرآن ہی ہو گئے۔طبیعت و ذوق کا بہت بڑا حصہ حب نبویﷺ سے پر تھا چنانچہ ہجرت کے دوران اس کے بے شمار مناظر دیکھنے کو ملے،اونٹنی پر آپﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوتے لوگ پوچھتے تو آپﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہتے یہ میرا راہنما ہے،لوگ سمجھتے کہ اگلی منزل تک راستہ بتانے والا ہے۔قبا پہنچنے کے بعد جب لوگوں کو پتہ نہ چلتا تھا کہ رسول اکرمﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ میں سے نبی کون ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی علیہ السلام پر سایہ کی غرض سے ایک چادر تان لی جس سے لوگوں کو نبی اور امتی کی پہچان میسر آگئی۔وصال نبوی کے وقت فرمایا کہ آپﷺ کو دوسری موت نہیں آئے گی،گویا دنیا سے آپﷺ کا ذکر کبھی ختم نہ ہوگا۔جس جگہ محسن انسانیتﷺ دوران سجدہ اپنی پیشانی مبارک جماتے تھے اسے بند کرا دیا کہ مبادا کسی کا پاؤں آجائے اور شان نبویﷺ میں گستاخی واقع ہو جائے اور جس جگہ آپﷺ کے قدمین مبارکین ہوتے تھے اسے بحیثیت پیش امام اپنی سجدہ گاہ مقرر کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا دور حکومت دو سالوں کی مختصر ترین پر ہی محیط ہے۔اور یہ عرصہ بھی اندرونی و بیرونی خلفشاروں میں گزرا اور ریاست کو مکمل استحکام نصیب نہ ہو سکا۔اس کے باوجود بھی آپ نے اسلامی سیاست کو بہت مضبوط اور ناقابل فراموش بنیادیں فراہم کیں۔اختیارات کے

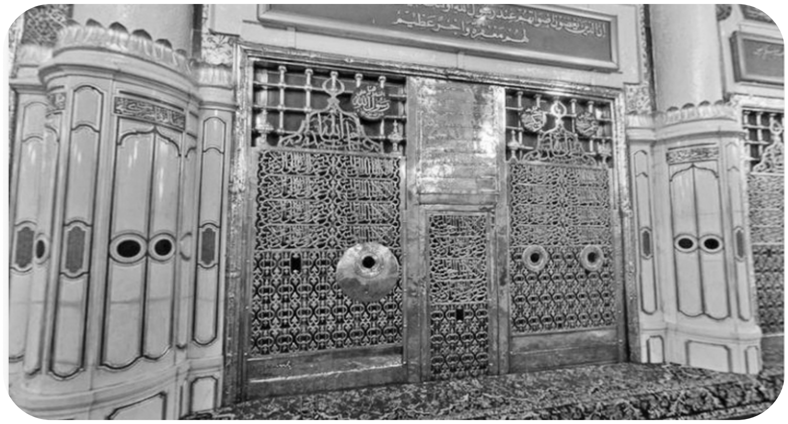

استعمال میں اپنے پیش رو نبی ﷺ کے فیصلوں کی اس حد تک پابندی کہ یک سرمو یمین و یسار کا انحراف بھی نا قابل برداشت تھا، بیت المال کے استعمال میں امانت داری کا تصور قبیلہ بنی نوع انسان میں سب سے پہلے آپ نے ہی متعارف کرایا، اختیارات کلی کا مرقع ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مشاورت کا پابند بنانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے طرز حکمرانی کا ہی خاصہ ہے، اہم سرکاری مناصب پر اپنے رشتہ داروں اور چہیتوں کو تعینات کرنے کی بجائے امانت و دیانت وشرافت کے پیمانوں کو ملحوظ خاطر رکھنا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انتقال اقتدار کے مرحلے میں انتہائی امن واحتیاط اور معیار مطلوب کا حد درجہ تنا و چند ایسے امور ہیں جن کے باعث مسلمان اپنی اولین تاریخ میں آج کی نام نہاد مہذب دنیا کے سامنے بھی یکتا وممتاز ہیں۔

خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں سمیت دنیائے انسانیت نے سیاست کے کتنے ہی نظام تجربہ کر لیے ،ملوکیت، خاندانی وگروہی ونسلی و علاقائی بادشاہت، شخصی آمریت، اداراتی حکمرانی (پولٹ بیورو) اور عصر حاضر میں یورپی سیکولر تہذیب کی پروردہ حیوانی جمہوریت ،لیکن امن وآشتی اور عدل اجتماعی و عادلانہ نظام معیشت کی جو آسودگی وراحت خلافت راشدہ میں انسانیت کو میسر آئی اس کی مثال بعد کے ادوار میں تادم تحریر نہیں ملتی۔خلافت راشدہ میں نافذ شدہ کئی قوانین آج کی دنیا میں بھی صف اول کے کئی ممالک میں نافذ ہیں، خاص طور پر یورپی ممالک میں محتسب کا منصب خالصتاً دور خلافت راشدہ کے سیاسی و انتظامی نظام کا ایک اہم باب ہے اور عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدگی کا اولین تصور بھی خلافت راشدہ کے نظام ہی ملتا ہے وغیرہ۔کتنی حیرانی کی بات ہے کہ جس کا ذکر علامہ اقبالؒ نے بھی کیا ہے کہ ہم اپنی تاریخ کے حوالوں کے لیے بھی مغرب کے محتاج ہو چکے ہیں اور اتنا شاندار ماضی اور اس ماضی میں چھپے ہوئے ہیرے موتی اور لعل و گوہر کو تلاش کرنے کی بجائے سیکولر مغربی تہذیب کے بدبودار اور سڑاند سے بھرے ہوئے بوسیدہ، فرسودہ اور مرقع جہالت وانسان دشمن نظریات ومعاشی و سیاسی نظاموں کو درآمد کرتے ہیں جس کے نتیجے میں سوائے تباہی و بربادی اور خون خرابے کے کچھ بھی میسر نہیں آتا۔پس اب غلامی کے یہ منحوس بادل اب چھٹنے کو ہیں کہ خلافت علی منہاج نبوت کا شہنشاہ خاور ایک بار پھر اپنی پوری آب وتاب سے عالم انسانیت پر طلوع ہوا چاہتا ہے، انشاءاللہ تعالی۔

☆☆☆

ڈاکٹر ساجد خاکوانی معروف دانشور اور استاد ہیں۔
کشمیرالیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں۔

انتقال پر ملال ماہ جنوری 2023

1۔ عاقب بھائی (نذیر احمد) اسلام آباد مقبوضہ کشمیر طویل علالت کے بعد راولپنڈی میں وفات پا گئے ،2 سرفراز بھائی بڈگام کے (والد صاحب) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئے۔ 3 اشفاق بھائی سرینگر کا (بیٹا) لاہور میں وفات پا گیا۔4 شاکر بھائی کپواڑہ کی (والدہ محترمہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی۔5 عامر نذیر بھائی ترال کی (والدہ محترمہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی۔6 (سرور چاچا) بانڈی پورہ مظفرآباد آزاد کشمیر میں وفات پا گئے۔7 شبیر سراج بھائی کرناہ کے (والد صاحب) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئے ۔ 8امجد ارشد بھائی کپواڑہ کے بڑے (بھائی) مظفرآباد میں وفات پا گئے ۔9 آصف نائیکو بھائی رفیع آباد کی (والدہ محترمہ) مقبوضہ کشمیر میں وفاتِ پا گئی۔10 شفاعت بھائی سرینگر کے بڑے (بھائی) مقبوضہ کشمیر میں وفات گئے۔11 اعجاز احمد کاک کپواڑہ کی (والدہ محترمہ) مقبوضہ کشمیر میں انتقال کر گئی۔12 داؤد بھائی بھدروہ کے بڑے بھائی) جموں میں وفات پا گئے۔13 اورنگ زیب بھائی بڈگام کی (والدہ محترمہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی۔14 سلیم صاحب کپواڑہ کی(ساس صاحبہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی۔15 اصغر بھٹی صاحب کی(والدہ محترمہ) فیصل آباد میں قضائے الٰہی سے وفات پا گئی۔16 طفیل احمد بارہمولہ کی والدہ محترمہ مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی۔17 مجاہد عبدالغنی اسلام آباد کی ساس صاحبہ قضائے الٰہی سے راولپنڈی میں وفات پا گئی۔18 جہانگیر صاحب کنڈی کپواڑہ کی والدہ محترمہ مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی۔

اللہ پاک مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین

قارئین سے گزارش ہے کہ مرحومین کو اپنے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

کمزور دل والے نہ پڑھیں !!!

مقصود منتظر

یقین نہیں آتا---- دیکھا نہیں جاتا--- کچھ سنا بھی نہیں جاتا---ایک ایسا منظر---جو حساس دل والوں کیلئے قیامت سے کم نہیں ہے---

لڑکپن سے جوانی کی دہلیز پر ابھی ابھی قدم رکھنے والے دو طالب علموں کی آنکھوں میں تیرتا آنسو---ان آنسوؤں میں سمندر جیسا طوفان-----چہروں پر چیختے چلاتے تاثرات جو ہر شے پر لرزہ طاری کرتے ہیں--- لبوں پر ایسی خاموشی جو عرش کو دستک دے رہی ہے--- جو خالق کائنات کو شکوے شکایت کر رہی ہے--- کہ اے رب کائنات---کیا ہمیں صرف مرنے کیلئے جوان ہونا پڑا---

اے مالک ارض وسما-----اتنی بے بسی---اتنی محکومی---

صرف ہمارے کیلئے کیوں----؟؟؟

وہ بہت کچھ کہنا چاہتے ہیں---لیکن آس پاس ایسی سماعتیں نہیں---

وہ اپنی صفائی پیش کرنا چاہتے ہیں---لیکن انہیں انصاف کی توقع نہیں

وہ شاید اپنی جان کیلئے بھیک بھی مانگتے---لیکن وہ جانتے ہیں---آج بچ بھی گئے---جلد کسی اور دن چند گولیوں کا شکار ہونا ہیں

وہ اس لیے بھی خاموش ہیں--- کیونکہ آس پاس ہر شے خاموش ہے---جس مقتل گاہ میں قاتل انہیں لیکر جا رہا ہے---اس کی طرف جانے والی سڑک ویران ہے---

بستی سنسان ہے،انسان مقید زنداں ہیں---

ان کے اپنوں کو بھی پتہ نہیں---ان کے پیاروں کو بھلی چڑھایا جا رہا ہے

کسی رشتہ دار کو بھی خبر نہیں کہ----ان کے عزیز چند گھڑیوں کے مہمان ہیں

ان کے بہن بھائی بھی صورتحال سے بے خبر ہیں---

البتہ قاتل اور قتل ہونے والے انجام بخوبی جانتے ہیں---

سفر تیزی سے طے ہو رہا ہے۔مسافت برق رفتاری سے گھٹ رہی ہے---قتل گاہ قریب سے قریب تر ہو رہا ہے--- گھنٹے منٹوں اور منٹ لمحوں میں بدل رہے ہیں----

-----

دونوں دل ہی دل میں اپنے خالق اور مالک سے پوچھ رہے ہیں----یا اللہ---بس اتنی سی زندگی میں---- ہماری موت کی آخر کوئی وجہ--- گردن کاٹنے کی کوئی دلیل---

چلو---مان لیا---موت برحق ہے---لیکن اتنی خاموشی اور راز داری کے ساتھ---

اے عرش والے---کچھ تو بتا--- کیا پیدا ہونا ہمارا قصور ہے----

آسمان والے---کیا یہ جرم ہے۔کشمیر میں پیدا ہوئے ہیں

ڈرائیور--دونوں کو سوموٹاٹا سے اتارنے سے پہلے منظر کی تصویر کشی کرتا ہے---

پھر چند منٹوں بعد گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے---گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے آس پاس جاگ جاتا ہے---

لیکن اس وقت تک وہ دونوں ہمیشہ کیلئے سوچکے ہوتے ہیں-------

کشمیر کے ضلع بڈگام میں قابض فوج کے ہاتھوں قتل ہونے ولے ارباز میر اور شاہد شیخ ہزاروں کشمیری نوجوانوں کی طرح جوان ہونے سے پہلے اگلی جہاں پہنچ گئے

وادی کشمیر میں مرنا مسئلہ نہیں---لیکن مرنے سے پہلے بے بسی اور بے کسی بڑا مسئلہ ہے---قاتل یہ بھی نہیں بتا رہا ہے کہ---وہ نہتے انسان کے سینے پر گولیاں کیوں چلا رہا ہے---

یہی نہیں قاتل کو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں---کہ ارے تم نے گرم لہو سے ہاتھ کیوں رنگ دیئے

معصوموں کی جان کیوں لی----

کیونکہ تین دہائیوں سے یہی کچھ چلا آ رہا ہے---کشمیریوں کی نسل کشی جاری ہے--- اور والدین اپنے بڑھاپے کے سہاروں سے محروم ہو رہے ہیں---مائیں اپنی لخت جگروں کی جدائی سے پاگل ہو رہی ہیں

ان کے لبوں پر بس اک فریاد ہے----

ابھی آنکھ کھلی تھی،ابھی سو گیا کیوں

بتا اتنی جلدی تو بڑا ہو گیا کیوں----

☆☆☆

دجال کون ہے

ڈاکٹر عبدالرؤف

دجال کا اصل ہدف۔۔۔۔اسلام

فتنہ دجال کی اصل منزل ساری دنیا پر اپنے دجل کی بالا دستی ہے۔جیسا کہ خود دجال کا لفظ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ فتنہ دراصل جھوٹ اور مکر وفریب کی بالا دستی کا نام ہے۔جھوٹ اور دجل چونکہ الہامی ہدایت کے ساتھ ساتھ فطرت انسانی کے بھی خلاف ہے اس لیے ساری نوع انسانی پر اس کا فوری تسلط تو ممکن نہیں۔اس کے لیے ضروری تھا کہ پہلے پوری رازداری کے ساتھ شیطان صفت انسانوں کی تلاش کی جائے پھر ان کو مادیت کی رعنائی اور پیسے کی چھنکار کے ذریعے اس خفیہ گھناؤنے کام سے جوڑے رکھا جائے،اور اپنی جمیعت میں مسلسل اضافہ کیا جائے۔فطری طور پر جھوٹ اور سچ کا ادغام ممکن نہیں اس لیے سچ کا استعمال بھی پوری چالاکی کے ساتھ جھوٹ ہی کی ترویج کے لیے کرنا بھی ضروری تھا۔تاکہ لوگوں کو دجل کی شوگر کوٹڈ گولیاں دی جاسکیں۔اور انسان کے حواس تو درکنار فطرت انسانی بھی اس گھناؤنی چال کا ادراک نہ کر سکے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام،فتنہ ودجل اور مکر وفریب کی راہیں مسدود کرتا ہے۔اور اس کے خلاف ایک بڑی رکاوٹ ہے۔اس لیے دجالی مقاصد کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ دنیا سے اسلام کی بیخ کنی کی جائے۔یا کم از کم اس کے خلاف عوام الناس میں نفرت کے جذبات ابھارے جائیں۔علماء کو خوب بدنام کیا جائے۔اسلام کے الہامی اور علمی ذخیرے کو مشکوک کیا جائے۔ان بڑے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے فتنہ دجال کے سہولت کار یہودیوں نے عیسائیت کو اپنا چارہ بنایا اس لیے کہ وہ عیسائیت کو شکست دینے میں پوری طرح کامیاب رہے تھے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عیسائیت کے ہاں مذہب کے ٹھیکیدار یعنی چرچ کے مجاور مذہب کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے پر آمادہ تھے۔وہ اخلاقی انحطاط کے ساتھ ساتھ مسلسل یہود کی چالوں کا حصہ بنتے جا رہے تھے۔

لیکن یہودیت کے دجالی فتنے کا اصل ہدف تو اسلام تھا۔ عیسائیت تو محض سنگ میل تھا۔اسلام کے آنے کے بعد عیسائیت تو اپنے خرافات اور متعصّبانہ رویوں اور کھوکھلی مذھبی توجیہات کی بناء پر ویسے بھی عوام الناس میں مقبولیت کھو چکی تھی۔اس لیے یہ منزل سر کرنے کے بعد اب دجال کی اصل جنگ اسلام کے ساتھ ہونا تھی۔

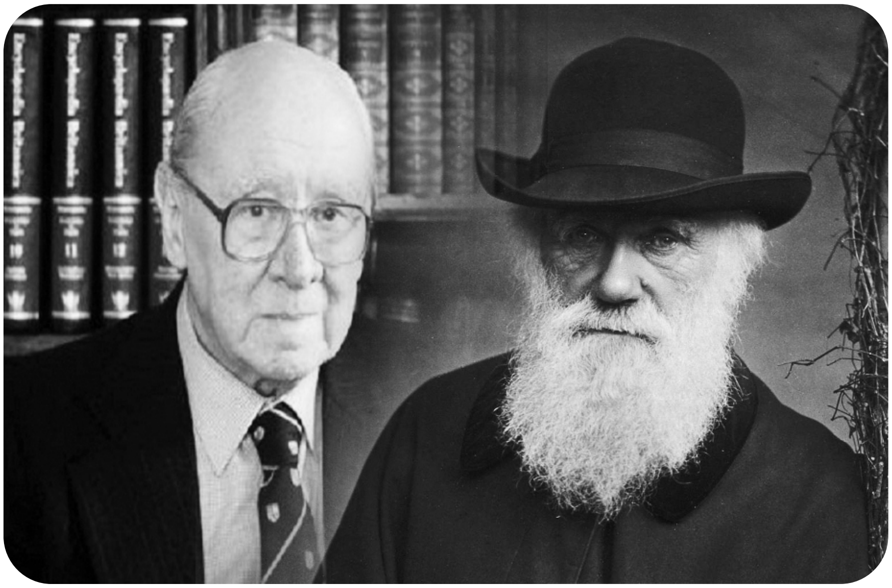

اسلام دین فطرت ہے۔اور اسلام کو خود اللہ نے انسانوں کا دین بنایا ہے اس کی بنیادیں توحید خالص،عقیدہ رسالت وختم نبوت، اور عقیدہ آخرت جیسے عقائد کے ذریعے بڑی گہری تعمیر کی گئی ہیں۔اور قرآن مجید قیامت تک مسلسل رہنمائی بھی فراہم کر رہا ہے اور غیر نا قابل تغیر کتاب ہے اس بنا پر یہود کے لیے قرآن مجید کے ذریعے تعمیر شدہ امت محمدیہ کی بنیادیں ہلانا کچھ زیادہ آسان نہیں تھا۔

ڈارون، لارڈ زبیہر، شاخت اور منٹگمری واٹ، جیسے مستشرقین نے قرآن پر بار ہا حملے کیے اور اس کو مشکوک، بے ترتیب، جھوٹی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خودساختہ کتاب ثابت کرنے اور اس کے معانی میں تحریف کرنے کی پوری کوشش کی مگر دو وجوہات کی بناء پر اس مذموم کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔

1. اللہ نے اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا تھا۔

2. حدیث مبارکہ کا ضخیم ذخیرہ قرآن مجید کو مضبوط حفاظتی حصار مہیا کرتا ہے اور اس کے درست معانی ومطالب اور تفسیر متعین کرتا ہے۔

لہٰذا ان مستشرقین نے قرآن پر حملے ناکام ہونے کے بعد پہلے حدیث مبارکہ کو حدف بنایا اور مسلمانوں کے اس اعلی ترین مثالی کام کو شکوک وشبہات کی نذر کرنے کے بعد بالآخر اس کو نا قابل اعتبار بنا دینے کی مکروہ کوشش کی۔

یہود نے عیسائیت کی طرح اسلام میں بھی مسلمانوں میں شرک کے تصورات پھیلا کر پہلے توحید کی بنیادوں کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔اور دوسری طرف حدیث اور سنت کی حجیت پر سوالات اٹھائے اور اس کو مکدر اور مشکوک کرنے کی کوشش پر صدیاں لگا دیں۔ابتداء سے ہی یہود نے اسلام میں داخل ہو کر، باقاعدہ قرآن واحادیث کا تنقیدی مطالعہ فتنے کی غرض سے کیا۔ بعد ازاں فتنہ انکار حدیث، منگھڑت وموضوع احادیث کی صنعت وترویج کی صورت میں اسلام کی بنیادوں پر ایک اور سمت سے حملہ کیا۔اور اس طرح پے در پے ہر میدان میں اسلام کی راہوں میں کانٹے بچھانے کی کوششیں کیں

(جاری ہے)

جناب ڈاکٹر عبدالرؤف کا تعلق ٹیکسلا سے ہے۔معروف عالم دین،دانشور اور محقق ہیں۔کشمیرالیوم کے مستقل کالم نگار ہیں اور بلا معاوضہ لکھتے ہیں

ہندوستان میں علیحدگی کی تحریکیں اورنریندرمودی کے انتہاپسندانہ اقدامات

راجہ ذاکر خان

ہندوستان کے اندر آج بھی زمانے جاہلیت سے بھی بدترین ذات پات کا نظام راج ہے ،چھوٹی ذاتوں سے تعلق رکھنے والے کروڑوں انسان شدید مشکلات کا شکار ہیں، ہندوستان کی آبادی کا چند فیصد برہمنوں نے پورے ہندوستان پر قبضہ کیا ہوا ہے ،جس کی وجہ سے چھوٹی ذاتوں سے تعلق رکھنے والے انسانوں کی زندگیوں کو اجیرن بنادیا گیا ہے ۔ہندوستان کے اندر چھوٹی ذات سے تعلق رکھنے والوں کو بنیادی انسانی حقوق تک بھی حاصل نہیں ہیں،سول سروس میں اہم عہدوں پر برہمن فوج کے اہم عہدوں پر برہمن ،لوک سبھا میں برہمن، عدالتوں کے اندر برہمن، پولیس میں برہمن، دیگر اہم جگہوں پر برہمن ،ہندوستان کے اندر اپنے ہی مذہب سے تعلق رکھنے والے دیگر لوگوں کے ساتھ یہ سلوک برہمن روا رکھے ہوئے ہیں۔دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ تو اول روز سے برہمنوں کی کھلی دشمنی چلی آرہی ہے۔ ہندوستان کا سماج ریت کی دیوار ہے۔ کسی بھی بڑے جھٹکے سے زمین بوس ہوجائے گا۔جس سماج میں تہذیب یافتہ دور کے اندر بھی اس حدتک تفریق ہواس سماج کا انجام اظہر من الشّمس ہے۔ برہمنوں نے انگریزوں کے دور میں بھی ان سے ساز باز کر کے عہدے حاصل کیے اور چھوٹی ذاتوں کواقتدار کے قریب نہیں آنے دیا۔محرومیوں اور مایوسیوں کی گہری کھائی میں گرتا دیکھ کر چھوٹی ذاتوں اورریاستوں نے علم بغاوت بلند کیا اور ان کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں اوراپنا حق مانگ رہے ہیں۔اقتدار کواپنی ذاتی جاگیر باقیوں کوصرف خدمت گزاری کے قابل سمجھنے والے برہمن طاقت کی بنیاد پر ان تحریکوں کو کچلنے کی سازش کررہے ہیں جوان کے لیےاور خطرناک بنتی جارہی ہیں۔

ہندوستان کا سماج پہلے ہی آگ میں جل رہاتھا اوپر سے نریندرمودی نے جلتی پرتیل ڈال دیا۔نریندرمودی نے ہندوتوا اور آر ایس ایس کے ایجنڈے کو سرکاری پرستی میں آگے بڑھانے کا اعلان کردیا اور کہا کہ ہندوستان کے اندر تمام اقلیتوں کو ہندو بنایا جائے گا اور ہندوستان کے اندر مساجد ،عیسائیوں کے مقدس مقامات سمیت تمام مذاہب کے مقدس مقامات کوگرا کران کی جگہ مندر تعمیر کیے جائیں گے۔اسطرح کی پالیسی اورسوچ نے ہندوستان کو ہندوتوا کی بجائے ہندوستان کو گرم توابنادیا۔

ہندوستان میں گئی ریاستیں ایسی ہیں جن پر ہندوستان نے تقسیم کے فوری بعد جبری فوجی قبضہ کرکے انہیں ’’انڈین یونین‘‘ میں ضم کیا اور پھران ریاستوں میں ہندوتوا نظریے اورآرایس ایس کے ایجنڈے کے مطابق اپنی تہذیب، کلچر، ماحول، تمدن، سوچ وفکر، لٹریچر اورآرٹ وزبان کا نفاذ کرنا چاہا جب کہ ان ریاستوں کی اپنی ایک تہذیب ہے‘ ثقافت ہے، ادب ہےاورزبان وطرزِ معاشرت ہے۔وہ انتہاپسند ہندوں کے ان رویوں سے سخت نالاں ہیں، ہند، ہندی ہندوستان کے نظریے کے مطابق ہر کسی کو ہندو بنانے کے لیے طاقت کا استعمال کیا گیا اور کیا جارہاہے۔جس نے ہندوستا ن کو بارود کے ڈھیر پر لاکھڑا کردیاہے۔

47ء میں برصغیر کی تقسیم کے بعد ہندوستان پر برسرِاقتدار آنے والی قیادت نے اورسرکار نے وہی سلوک روا رکھا جس سے وہ ڈررہے تھے اوراس سلوک کی وجہ سے ان ریاستوں کے اندر لاوا پکتا رہاہے اورحالات کے جبر سے مجبور ہوکر وہاں کے غیور لوگوں نے ہتھیار اٹھالیے اورآج تک وہ ہندوستان کے خلاف لڑرہے ہیں اوران انھوں نے عہد کیا ہے کہ وہ اپنی آزادی تک لڑتے رہے ہیں گے۔

نریندرمودی کے متعصّبانہ اقدامات ا علانات کی وجہ سے ہندوستان پہلے ہی گرم توابنا ہواتھا ،ساتھ بی جے پی کے سینئر رہنما نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرکے ایک اور نیا محاذ کھول دیا۔ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی پرسوا ارب مسلمانوں سراپا احتجاج بنائے ہوئے تھے خاص کرعرب مما لک میں اس کا شدید ردعمل ہوا اور پورے عرب مما لک سے ہندوستان کی ایشیا اسٹوروں سے نکال کر باہر پھینک دی گئیں۔پورے عرب اوردیگر اسلامی مما لک میں ہندوستان کی ایشیا کے بائیکاٹ کی مہم چلائی گئی جس سے ہندوستان کی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان ہوا۔

ہندوستان کے ناروارویے کی وجہ سے ریاست تامل ناڈو کی تامل علیحدگی پسند تحریک اور سکھوں کی ’’اکالی دل‘‘ اور ’’خالصتان‘‘ نامی تحریکیں ہندوستان کوسبق سکھارہی ہیں۔خالصتان تحریک کو دبانے کے لئے ہندوستانی فوج کے مظالم نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔سکھوں کی آبادیوں پر ٹینک چڑھا دیئے گئے؛ خالصتان تحریک کے رہنماؤں کے گھروں اوردفتروں پر چھاپے مارے گئے، انہیں پابندسلاسل کیا گیا، ان کا قتل عام کیا گیا اور آخر کار سکھوں کے مقدس ترین مقام گولڈن ٹیمپل کومسمار کردیا گیا‘ اگرچہ ہندوستان یہ دعویٰ کررہاہے کہ اس نے قتل عام

ہندوستان کا سماج پہلے ہی آگ میں جل رہاتھا اوپر سے نریندرمودی نے جلتی پرتیل ڈال دیا۔نریندرمودی نے ہندوتوا اورآرایس ایس کے ایجنڈے کوسرکاری پرستی میں آگے بڑھانے کا اعلان کردیا اور کہا کہ ہندوستان کے اندرتمام اقلیتوں کو ہندو بنایا جائے گا اور ہندوستان کے اندر مساجد،عیسائیوں کے مقدس مقامات سمیت تمام مذاہب کے مقدس مقامات کوگرا کران کی جگہ مندر تعمیر کیے جائیں گے۔اسطرح کی پالیسی اورسوچ نے ہندوستان کو ہندوتوا کی بجائے ہندوستان کوگرم توابنادیا۔

کر کے خالصتان کی تحریک کو دبا دیا ہے مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔آزاد خالصتان کا نظریہ آج بھی زندہ ہے، ان کی جلاوطن حکومت قائم ہے اس کے باقاعدہ اجلاس ہوتے ہیں،مزاحمت جاری ہے اور لاوا پک رہا ہے جس سے ہندو ذہن خائف ہے کہ یہ تحریک کسی بھی وقت شعلہ جوالہ بن کر تختِ دلی کو ہلا سکتی ہے۔ ہندوستان میں 70 کے قریب علیحدگی پسند تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ان تحریکوں کے پیچھے وہ مظالم اور انسان کش پالیسیاں ہیں جو ہندوستان جاری رکھے ہوئے ہے، ریاستی تنگ نظری، فکری گراوٹ، بے حسی اور متعصّبانہ رویوں کی وجہ سے ہندوستان انجام کی طرف گامزن ہے۔

ہندوستان کے اپنے میڈیا رپورٹس کے مطابق صرف آسام میں 34 باغی تنظیمیں کام کر رہی ہیں جو ملک کے 162 اضلاع پر مکمل کنٹرول رکھتی ہیں۔شمال مشرقی ہندوستان کی سیون سسٹرز (سات بہنیں) کہلانے والی سات ریاستیں آسام، تریپورہ، ہماچل پردیش، میزورام، منی پور، میگھالیہ اور ناگالینڈ باغی تحریکوں کا مرکز ہیں۔ اس کے علاوہ بہار، جھاڑ کھنڈ، چھتیس گڑھ، مغربی بنگال، اڑیسہ، مدھیا پردیش، مہاراشٹر اور آندھرا پردیش میں بھی علیحدگی پسند گروپ سرگرم ہیں لیکن ناگالینڈ کے ناگا باغی اور نکسل باڑیوں کی تحریک بھارتی وجود کے لئے حقیقی خطرہ بن چکی ہے۔یہ علیحدگی پسند تنظیمیں جن میں زیادہ تر مسلح تنظیمیں ہیں، جو ہندوستان کے ساتھ کسی قیمت پر رہنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

نکسل تحریک مغربی بنگال کے ایک گاؤں نیکسل باڑی سے شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ایک بڑے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔چونکہ یہ باغی چین کے عظیم انقلابی رہنما ماؤزے تنگ کے نظریات سے متاثر ہیں اس لئے انہیں ماؤسٹ یا ماؤ باغی بھی کہا جاتا ہے۔اب تک ہزاروں ماؤ باغی،عام شہری اور بھارتی سکیورٹی فورسز کے اہلکار اس تحریک کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں اور ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستان کے ہزاروں فوجی مارے جا چکے ہیں ان کو کچلنے کے لیے Green Hunt کے نام سے آپریشن شروع کیا گیا جو ناکامی سے دوچار ہوا اور ماؤ بغاوت کو ختم نہ کیا جا سکا۔ایک بھارتی ادارے ''انسٹی ٹیوٹ آف کونفلیکٹ مینیجمنٹ'' سمیت دیگر اداروں اور تجزیہ کاروں کے مطابق ہندوستان کی شمال مشرقی ریاستوں میں ماؤ باغی اپنی قوت بڑھانے میں کامیاب ہوئے ہیں اور وہ خود کو مزید طاقتور بنانے کے لئے جہاں شمال مشرقی ریاستوں میں کئی علیحدگی پسند تنظیموں کو اپنے ساتھ ملا رہے ہیں وہیں پورے ملک کے آزادی پسندوں کے ساتھ بھی تعاون کر کے اپنا دائرہ اثر وسیع کر رہے ہیں۔ 70 کے قریب ان علیحدگی پسند تحریکوں میں مندرجہ ذیل زیادہ منظم سمجھی جاتی ہیں۔ریاست آسام میں یونائیٹڈ لبریشن فرنٹ، نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ برچھا کمانڈوز، یونائیٹڈ لبریشن ملیشیا، مسلم ٹائیگر فورس، آدم سینا، گورکھا ٹائیگر فورس اور پیپلز یونائیٹڈ لبریشن فرنٹ قابل ذکر ہیں۔پنجاب میں ببر خالصہ انٹرنیشنل، خالصتان زندہ باد فورس، خالصتان کمانڈوز، بھنڈرانوالہ ٹائیگرز، خالصتان لبریشن فرنٹ، خالصتان نیشنل آرمی اور ریاست منی پور میں پیپلز لبریشن آرمی، منی پور لبریشن ٹائیگر فورس، نیشنل ایسٹ مائنارٹی فرنٹ، کوکی نیشنل آرمی، کوکی ڈیفنس فورس اور ناگالینڈ میں نیشنل سوشلسٹ کونسل اور تری پورہ میں آل تری پورہ ٹائیگر فوس، تری پورہ آرمڈ ٹرائبل والنٹیئر فورس، تری پورہ مکتی کمانڈوز، بنگالی رجمنٹ اور میزورام میں پروفیشنل لبریشن فرنٹ سمیت کئی تنظیمیں ہندوستان پر قابض برہمنوں کو سبق سکھا رہی ہیں آسام میں آزادی تحریک کی بنیاد ''یونائیٹڈ لبریشن فرنٹ آف آسام'' نے ڈالی اور مسلح جدوجہد کا راستہ اختیار کیا جبکہ بعد میں مزید علیحدگی پسند جماعتیں بھی سامنے آئیں۔(جاری)

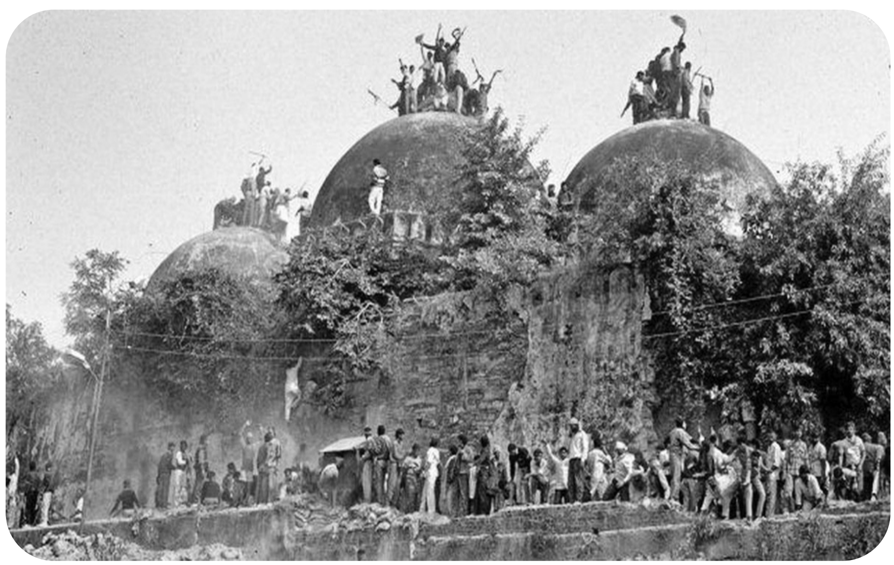

جناب راجہ ذاکر خان آزاد کشمیر کے معروف صحافی، محقق اور دانشور ہیں۔جماعت اسلامی آزاد جموں کشمیر وگلگت بلتستان کے سیکرٹری اطلاعات ہیں۔کشمیر الیوم کیلئے کبھی کبھار لکھتے ہیں اور بہت خوب لکھتے ہیں

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کی فرضی جھڑپیں جاری۔۔9عام نہتے شہری شہید

بھارتی فوج کے ہمراہ (این آئی اے) کے چھاپے عروج پر۔۔۔درجنوں جائیدادیں ضبط،100 کے قریب نوجوان گرفتار

ہمایوں قیصر

16 دسمبر2022ء۔۔بھارتی فوج نے پونچھ راجوری شاہراہ کے قریب اپنے ہی کیمپ کے باہر اندھادھند فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ان کے ساتھ بطور پورٹر کام کرنے والے دو ہندو شہری کمل کمار اور سریندر کمار ہلاک ہوگئے۔علاقے کے لوگ شہریوں کی ہلاکت کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے۔انہوں نے پونچھ راجوری شاہراہ کو بند کر دیا، مشتعل افراد نے بھارتی فوج کے کیمپ پر پتھراؤ بھی کیا۔

17 دسمبر2022ء۔۔نئی دہلی کے زیر کنٹرول ''سٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی'' نے ضلع ڈوڈہ کے ٹھٹھری خان پورہ میں ایک آزادی پسند کارکن عبدالرشید کی چار کنال جائیداد ضبط کر لی ہے۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی انتظامیہ نے جماعت اسلامی کی مزید جائیدادوں کو کشمیر کے گاندربل، کپواڑہ، بانڈی پورہ اور بارہمولہ اضلاع میں ضبط کرلیا۔''ایس آئی اے'' نے پورے مقبوضہ علاقے میں جماعت اسلامی کی188 جائیدادوں کی نشاندہی کی ہے جنہیں ضبط کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

19 دسمبر2022ء۔۔ضلع شوپیاں کے علاقے مونجھ مارگ میں بھارتی ظالم فوج نے ایک جعلی مقابلے کا ڈرامہ رچا کر لطیف احمد لون ساکنہ شوپیاں اور عمر نذیر ساکنہ اسلام آباد اور دانش حسین ککرو ساکنہ اولڈ ٹاؤن بارہمولہ کو گرفتار کرنے کے بعد شہید کردیا۔ضلع بارہمولہ کے علاقے چکلو میں محاصرے اور تلاشی کی ایک کارروائی کے دوران بھارتی فوج نے ایک نوجوان کو گرفتار کیا۔

20 دسمبر2022ء۔۔ضلع کپواڑہ کے علاقے کنن پوش پورہ سے تعلق رکھنے والے نوجوان عبدالرشید کو بھارتی فوج نے گرفتار کرنے کے بعد لاپتہ کردیا ہے۔لاپتہ ہونے والے نوجوان کے خاندان نے پریس انکلیو سرینگر علاقے میں احتجاجی مظاہرہ کیا اور مطالبہ کیا کہ عبدالرشید کو بازیاب کیا جائے۔ضلع راجوری کے علاقے گندھا میں ایک خاتون28 سالہ شمینہ کوثر کی لاش پُر اسرار طور پر برآمد کر لی گئی۔

22 دسمبر2022ء۔۔ضلع کپواڑہ کے علاقے کراپلورہ میں تلاشی کی کارروائیوں کے دوران بھارتی فوج و پولیس نے نوجوانوں عبدالرؤف ملک، الطاف احمد، ریاض احمد لون اور عبدالمجید بیگ سمیت پانچ نوجوانوں کو گرفتار کرلیا، پولیس نے گرفتاری کا جواز پیش کرنے کیلئے انہیں عسکری تنظیم حزب المجاہدین کے ساتھ وابستہ مجاہد قرار دیا ہے۔

23 دسمبر2022ء۔۔ضلع بانڈی پورہ کے علاقے میں پولیس نے عماد امین چوپان اور طاہر احمد بٹ نامی نوجوانوں کو اس وقت گرفتار کیا جب وہ بانڈی پورہ سے سری نگر جا رہے تھے۔پولیس نے گرفتار نوجوانوں کو غیر قانونی طور پر حراست میں لینے کا جواز فراہم کرنے کے لیے انہیں عسکریت پسند قرار دیا۔

24 دسمبر2022ء۔۔بھارتی تحقیقاتی ادارے این آئی اے نے تین نوجوانوں تنویر احمد وانی، پیر ارشد اور بشیر احمد صوفی کو کالے قانون ''یواے پی اے'' کی مختلف دفعات کے تحت فرد جرم دائر کی۔

25 دسمبر2022ء۔۔ضلع پونچھ کے علاقے مینڈھیر میں تلاشی آپریشن کے دوران بھارتی پولیس نے ایک نوجوان طیب احمد خان کو عسکریت پسند قرار دے کر گرفتار کرلیا۔جموں وکشمیر میں بھارتی انتظامیہ نے جماعت اسلامی کی کم از کم 20 مزید جائیدادیں ضبط کرلیں۔یہ جائیدادیں نئی دہلی کے زیر کنٹرول ''سٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی (ایس آئی اے) کی سفارشات پر وادی کشمیر کے مختلف اضلاع میں ضبط کی گئیں۔ضلع مجسٹریٹ سری نگر نے پہلے ہی جماعت اسلامی کی تین جائیدادوں اور تحریک آزادی کشمیر کے عظیم قائد سید علی گیلانی شہید کے دومنزلہ مکان کو سیل کرنے کا حکم دیا تھا۔

26 دسمبر2022ء۔۔ضلع کپواڑہ کے کرناہ علاقے میں بھارتی فوج نے ایک نوجوان کو اسلحہ سمیت گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔بھارتی ریاست اتر پردیش کی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک کشمیری اسکالر پر ہندوشر پسند عناصر نے تشدد کیا جس کے خلاف جموں وکشمیر سے تعلق رکھنے والے طلبا نے احتجاجی مارچ کیا۔

27 دسمبر2022ء۔۔ضلع اسلام آباد کے کاڑپورہ اچھ بل علاقے میں ایک نوجوان شبنم نذیر لاپتہ ہوگیا۔بھارتی پولیس نے ضلع بڈگام کے علاقے چاڈورہ میں رات کی تاریکی میں ایک گھر میں گھس کر ایک خاتون سمیت تین افراد کو گرفتار کرلیا۔

28دسمبر2022ء۔۔ضلع جموں کے سدرہ علاقے میں بھارتی فوج نے ایک جعلی مقابلے میں چار کشمیری نوجوانوں کو شہید کردیا۔فوجیوں نے نوجوانوں کو محاصرے اور تلاشی کی کارروائی کی آڑ میں ایک جعلی مقابلے میں اس وقت شہید کردیا جب وہ ضلع کے علاقے سدرہ میں ایک ٹرک میں سفر کر رہے تھے۔

30 دسمبر2022ء۔۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی عدالت نے ایک کشمیری نوجوان عامر نبی وگے کو 15 برس قید کی سزا سنائی ہے۔عامر نبی وگے نامی نوجوان کیخلاف نئی دہلی کے زیر کنٹرول ''سٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی (ایس آئی اے) نے غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے کالے قانون ''یواے پی اے'' کے تحت مقدمہ درج کیا تھا۔بھارتی پولیس نے دعویٰ کیا ہے کہ عامر نبی وگے ایک عسکری تنظیم کا ضلعی کمانڈر رہا ہے۔ضلع پلوامہ کے علاقے چیک راج پورہ میں محمد شفیع لون کے بیٹوں جہانگیر احمد لون اور عمر شفیع لون کے گھر میں مجاہدین کے ایک گروپ کی موجودگی کی غلط اطلاع پر بھارتی انتظامیہ نے گھر کے مالک کے خلاف ایف آئی آر درج کی اور گھر کو سیل کر دیا گیا۔مقبوضہ کشمیر کے بانہال میں سرینگر جموں ہائی وے پر ہندوتوا بلوائیوں نے ایک کشمیری ڈرائیور عاقب احمد ڈار ساکنہ بجبہاڑہ کو وحشیانہ تشدد کر کے لہولہان کردیا۔

31 دسمبر 2022ء۔۔مقبوضہ کشمیر میں فسطائی مودی کی زیر قیادت بھارتی حکومت نے ضلع اسلام آباد کے لیور پہلگام علاقے میں حزب المجاہدین کے نائب امیر محمد سیف اللہ خالد کے گھر کے ایک حصے کومسمار کردیا۔قبل ازیں ضلع پلوامہ کے علاقے راج پورہ میں سابق مجاہد عاشق احمد نینگرو کے گھر کوبھی مسمار کیا گیا تھا۔سٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی‘‘ نے چار بے گناہ کشمیریوں کے خلاف فرد جرم دائر کردی ہے۔ایس آئی اے نے جموں کی ایک خصوصی عدالت میں طالب حسین شاہ،فیصل احمد ڈار،محمد قاسم اورضیاء الرحمان کے خلاف جاری تحریک آزادی سے وابستگی کے الزام میں فرد جرم دائر کی۔

یکم جنوری 2023ء۔۔ضلع راجوری میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے کم از کم 7 عام ہندوشہریوں کو ہلاک جبکہ 7 شہریوں کوزخمی کردیا۔فائرنگ کا واقعہ ضلع کے گاؤں اپر ڈنگری گاؤں کے قریب پیش آیا۔سرینگر شہر کے حول چوک میں ایک دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں سمیر احمد نامی نوجوان زخمی ہوگیا۔ضلع پلوامہ کے علاقے بیلو میں مجاہدین نے ایک کارروائی کے دوران بھارتی فوج کے ایک اہلکار سے ڈیوٹی کے دوران اس کی بندوق چھین لی اور بعد میں جائے وقوعہ سے فرار ہوگئے۔سرینگر میں لل دید ہسپتال کے احاطے سے ایک نامعلوم خاتون کی لاش برآمد کرلی گئی۔

2 جنوری 2023ء۔۔ضلع ریاسی میں سڑک کے ایک حادثے میں بھارتی پیراملٹری کے دو اہلکار زخمی ہوگئے۔سرینگر کے امیرا کدل علاقے میں دریائے جہلم سے ستر سال کے معمر شخص غلام محمد بٹ کی لاش برآمد کی گئی۔

7 جنوری 2023ء۔۔مقبوضہ کشمیر میں کل جماعتی حریت کانفرنس کی رہنماء فریدہ بہن جی نے تحریک آزادی کشمیر کے کارکن سجاد احمد کینوکوان کے 27ویں یوم شہادت پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ شہداء کا عظیم مشن ہر قیمت پر پایہء تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔بھارتی فوجیوں نے اپنی ریاستی دہشتگردی کی تازہ کارروائی میں ضلع پونچھ میں دو کشمیری نوجوانوں کوشہید کردیا۔فوجیوں نے نوجوانوں کوضلع کے علاقے بالاکوٹ کے قریب رات بھر جاری رہنے والی ایک فوجی کارروائی کے دوران شہید کیا۔ بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں وکشمیر میں نئی دہلی کے زیر کنٹرول ’’سٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی ایس آئی اے نے مختلف مقامات پر جماعت اسلامی کی مزید جائیدادیں ضبط کرلی ہیں۔ایک افسر نے صحافیوں کو بتایا کہ ایس آئی اے نے ضلع اسلام آباد کے علاقوں سرہامہ،ودی سری گفوارہ اور آرونی کے علاوہ کولگام قصبے میں جماعت اسلامی کی جائیدادیں ضبط کیں۔

8 جنوری 2022ء۔۔ بھارتی پولیس نے جموں خطے کے ضلع راجوری میں کم از کم 18 بے گناہ کشمیری نوجوانوں کوگرفتار کرلیا ہے۔پولیس نے نوجوان کوضلع کے علاقے ڈھانگری میں محاصرے اور تلاشی کی ایک کارروائی کے دوران گرفتار کیا۔پولیس نے نوجوانوں کی غیر قانونی گرفتاری کا جواز پیش کرنے کے لیے انہیں عسکریت پسند قرار دیا ہے۔

9 جنوری 2023ء۔۔حریت رہنما پروفیسر مشتاق احمد سالرو اپنے آبائی علاقے بجبہاڑہ میں انتقال کرگئے۔ بھارت کے زیر قبضہ جموں وکشمیر میں سرینگر ہوائی اڈے سے ملحقہ علاقوں کے لوگوں نے احتجاج کرتے ہوئے بھارتی فضائیہ اور ہوائی اڈے کے حکام سے ان کی زمینیں خالی کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔سرینگر کے علاقوں نارو، اچھگام اور گڈسوتھ سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگ پریس انکلیو سرینگر میں جمع ہوئے اور اپنے مطالبات کے حق میں نعرے بازی کی۔

10 جنوری 2022ء۔۔شمالی کشمیر کے ضلع کپواڑہ کے ہاین علاقے میں بھارتی فوج کی گاڑی نے ایک کار کو جان بوجھ کرٹکر ماردی جس کے نتیجے میں دو شہری شہید اور ایک زخمی ہوگیا۔ضلع کپواڑہ کے مژھل سیکٹر میں ایک سڑک حادثے میں بھارتی فوج کے ایک افسر سمیت تین اہلکار ہلاک ہوگئے۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوجیوں نے ضلع راجوری میں تفتیش کے بہانے 50 سے زائد بے گناہ کشمیری نوجوانوں کوگرفتار کرلیا ہے۔ بھارتی حکومت نے ضلع شوپیاں میں جیل میں غیر قانونی طور پر نظر بند آزادی پسند کشمیری نوجوان کی جائیداد ضبط کرلی ہے۔مودی حکومت نے ضلع کے علاقے ناگ بل میں عثمان گلزار وانی کی جائیداد ضبط کی ہے۔عثمان کو بھارتی فوجیوں نے اگست 2022 میں محاصرے اور تلاشی کی کارروائی کے دوران گرفتار کیا تھا اور بعدازاں اسے جموں کی کوٹ بھلوال جیل منتقل کردیا تھا۔

13 جنوری 2023ء۔۔ضلع راجوری کے علاقے سرنکوٹ میں عوام نے ایک 9 سالہ بچے عفرین احمد کے قتل کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔عفرین احمد کوسرنکوٹ کے علاقے شانگلہ میں اپنی رہائش گاہ کے قریب بھارتی فوج کے حمایت یافتہ ویلج ڈیفنس گارڈز کے ارکان نے فائرنگ کرکے شہید کیا۔بھارت کے بدنام زمانہ تحقیقاتی ادارے این آئی اے نے غیر قانونی طور پر نظر بند کشمیری نوجوانوں فیصل منیر،حبیب،میاں سہیل،راشد،سجاد گل اور منی محمد کے خلاف چارج شیٹ دائر کی ہے۔

14 جنوری 2023ء۔۔ضلع بارہمولہ کے ایک تربیتی مرکز میں پولیس کا ایک اہلکار دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہوگیا۔

15 جنوری 2023ء۔۔ضلع اسلام آباد کے علاقے سنگم میں ایک نامعلوم شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ضلع راجوری میں لوگوں نے مودی حکومت کی عوام دشمن پالیسیوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔راجوری کے علاقوں منکوٹے،سدھیال،ٹھنڈیکسی اور نینگا ناڑ کے لوگوں نے مودی حکومت کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔ضلع راجوری کے نوشہرہ علاقے میں کنٹرول لائن کے قریب لام گراؤنڈ میں ویلج ڈیفنس گارڈز کے نام پر بھارتی فوج نے نئے پچاس افراد پر مشتمل مسلح دہشت گرد گروپ کے لیے ایک خصوصی تربیتی کیمپ شروع کردیا ہے۔

☆☆☆